لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

شہدائے لاہور نمبر

النور

ظہور۔تبوک ۱۳۸۹ھش
اگست۔ستمبر ۲۰۱۰ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ
وَنَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ

رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ
رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ
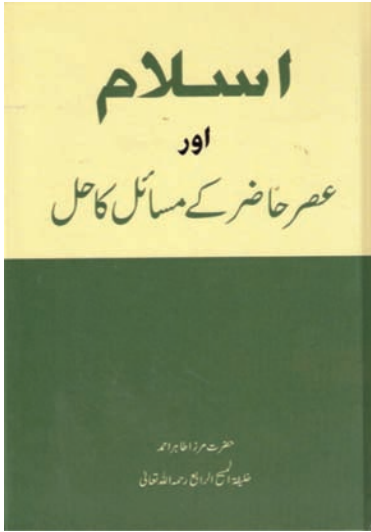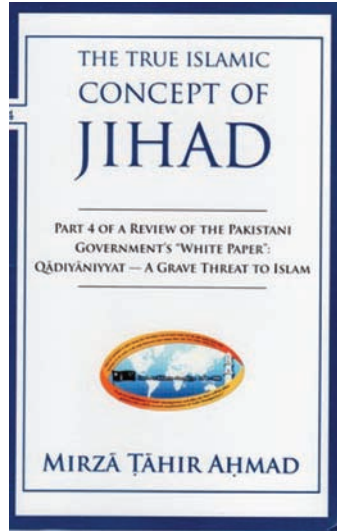
(Price: $ 5.00)
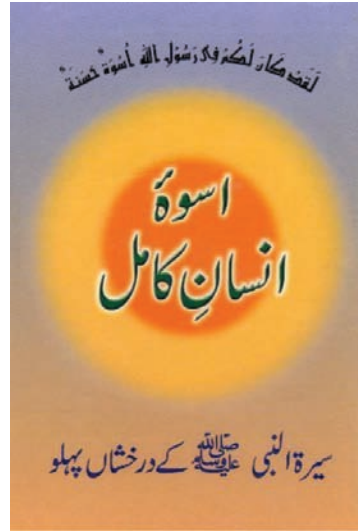
(Free of cost)

(Price: $ 5.00)
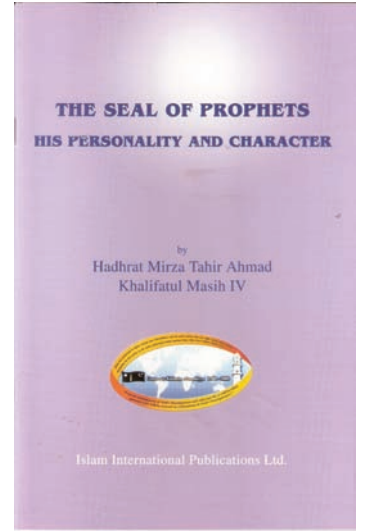
(Free of cost)

These books are available from http://bookstore.ahmadiyya.us/ with free shipping

Group Photo: Jamia Orientation Course 2010

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (2:258)

النــــور

اگست۔ ستمبر 2010

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝

(الزخرف : 46)

اور جن رسولوں کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا، اُن سے پوچھ کیا ہم نے رحمٰن (خدا) کے سوا اور معبودوں کا بھی (اپنی کتابوں میں) ذکر کیا تھا؟ جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 59}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:

karimzirvi@yahoo.com

Editor Ahmadiyya Gazette

15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ

(البقرة: 156)

اور ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک (سے) اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ (سے) ضرور آزمائیں گے اور (اے رسول!) تو (اِن) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادے۔ جن پر جب (بھی) کوئی مصیبت آئے (گھبراتے نہیں بلکہ یہ) کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ ادنیٰ درجہ کے مومنوں پر جو ابتلاء آتے ہیں وہ تو اس لئے آتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اُن کی ایمانی حالت کیسی ہے۔ اور جو اعلیٰ درجہ کے مومنوں پر آتے ہیں وہ اس لئے آتے ہیں کہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ اُن کی کیا حالت ہے۔ عام طور پر لوگ اپنے متعلق خیال کرتے ہیں کہ انہیں ایمان میں ثباتِ قدم حاصل ہے مگر موقعہ آنے پر اُن سے کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے اندر یہ کمزوری ہے اور وہ اُس کو دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ابتلاء آتا ہے تو انکو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر فلاں نقص بھی موجود ہے اور وہ اُسے دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ وہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ درجہ کے لوگوں پر اسلئے ابتلاء لائے جاتے ہیں تا کہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ یہ کیسے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے ہیں کہ کوئی مصیبت ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کرتی۔ غرض بتایا کہ ہم تمہارے اندرونہ کو ظاہر کرنے کیلئے پانچ قسم کے ابتلاء تم پر وارد کرینگے۔ جن میں سے ایک خوف ہوگا جو بیرونی دُکھ کا نام ہے دوسرا ابتلاء بھوک کا ہوگا۔ جو اندرونی تکلیف ہے۔۔۔۔ بعض لوگ بھوک اور خوف تو برداشت کر لیتے ہیں مگر مال کے خطرہ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ بعض مال کے خطرہ کو برداشت کر لیتے ہیں مگر جان کے خطرہ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ پس فرماتا ہے تمہیں مالی اور جانی نقصانات بھی برداشت کرنے پڑیں گے اور بعض دفعہ اپنی کوششوں کے نتائج سے بھی محروم رہنا پڑے گا۔ ثمرات کے کم ہونے کی مثال اُحد کی جنگ ہے۔ کہ وہ کفار سے لڑے بھی اور شہید بھی ہوئے مگر انہیں اس کا ثمرہ نہ ملا۔ اسی طرح کے ثمرات کے نقصان میں تجارت اور صنعت و حرفت وغیرہ کی بربادی بھی شامل ہے۔ جو جنگ کا ایک لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔ غرض بتایا کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوگا کہ تم کام کرو گے مگر اس کے فوائد تمہاری امیدوں کے مطابق نہیں نکلیں گے۔ مگر فرمایا۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ وہ لوگ جو ان تمام ابتلاؤں کو برداشت کر لیں گے اور ایمان پر مضبوطی سے قائم رہیں گے۔ ان کو کوئی ڈر نہیں۔۔۔''

(تفسیرِ کبیر جلد دوم صفحات 294-295)

احادیثِ مبارکہ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ۔

(صحیح البخاری جلد 2 کتاب تقصیر الصلاۃ صفحہ 503)

قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مفضل بن فضالہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر میں عصر کے وقت تک تاخیر کرتے۔ پھر اُتر کر دونوں جمع کرتے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

☆......☆......☆......☆

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ هُرْمُزَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةَ وَهَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ۔

(صحیح البخاری جلد 2 کتاب الجمعۃ صفحہ 289)

ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز صبح کی نماز میں الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السجدہ اور هَلْ اَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ پڑھا کرتے تھے۔

☆......☆......☆......☆

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِيْ وَآنَقْنَنِيْ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ۔

(صحیح البخاری جلد 2 کتاب فضل الصلاۃ صفحہ 574)

ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا): شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عبدالملک (بن عمیر) سے روایت ہے۔ (کہا): میں نے زیاد کے آزاد کردہ غلام قزعہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں بیان کرتے سنا۔ جو مجھے پسند آئیں اور پاکیزہ معلوم ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا: عورت دو دن کا سفر اسی صورت میں کرے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم رشتہ دار ہو اور دو دنوں میں روزہ نہیں، عید الفطر اور عیدالاضحیٰ میں اور دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں، صبح کے بعد سورج چڑھنے تک اور عصر کے بعد (سورج) ڈوبنے تک اور کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف: مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد۔

☆......☆......☆......☆

ارشاداتِ عالیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

"نہایت مضر اعتقاد جس سے اسلام کی روحانیت کو ضرر پہنچ رہا ہے یہ ہے کہ یہ تمام مولوی ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو تمام دُنیا کو خون میں غرق کردے

اور خروج کرتے ہی قتل کرنا شروع کر دے اور یہی علامتیں اپنے فرضی مسیح کی رکھی ہوئی ہیں کہ وہ آسمان سے اُترتے ہی تمام کافروں کو قتل کر دے گا اور وہی بچے گا جو مسلمان ہو جائے۔ ایسے خیالات کے آدمی کسی قوم کے سچے خیر خواہ نہیں بن سکتے بلکہ اُن کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بھی خوف کی جگہ ہے۔ شاید کسی وقت کافر سمجھ کر قتل نہ کر دیں۔ اور اپنے اندر کے کفر سے بے خبر ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے بیہودہ مسائل کو اسلام کی جزو قرار دینا اور نعوذ باللہ قرآنی تعلیم سمجھنا اسلام سے ہنسی کرنا ہے اور مخالفوں کو ٹھٹھے کا موقعہ دینا ہے۔ کوئی عقل اس بات کو تجویز نہیں کرتی کہ کوئی شخص آتے ہی بغیر اتمام حُجت کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے یا جس گورنمنٹ کے تحت میں زندگی بسر کرے اُسی کی تباہی کے گھات میں لگا رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی روحیں بکلّی مسخ ہو چکی ہیں اور انسانی ہمدردی کی خصلتیں بتمامہا اُن کے اندر سے مسلوب ہو گئی ہیں یا خالقِ حقیقی نے پیدا ہی نہیں کیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔ نہ معلوم ہمارے اس بیان سے وہ لوگ کس قدر جلیں گے اور کیسے مُنہ مروڑ مروڑ کر کافر کہیں گے مگر ہمیں اُن کی اس تکفیر کی کچھ پرواہ نہیں۔ ہر ایک شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ہمیں قرآن شریف کی کسی آیت میں یہ تعلیم نظر نہیں آتی کہ بے اتمام حُجت مخالفوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جاوے۔ ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کفار کے جور و جفا پر صبر کیا۔ بہت سے دکھ دیئے گئے دم نہ مارا۔ بہت سے اصحاب اور عزیز قتل کئے گئے ایک ذرا مقابلہ نہیں کیا اور دکھوں سے پیسے گئے مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کیا۔ آخر جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے چاہا کہ سب کو قتل کر کے اسلام کو نابود ہی کر دیں تب خُدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو اُن بھیڑیوں کے ہاتھ سے مدینہ میں سلامت پہنچا دیا۔ حقیقت میں وُ ہی دن تھا کہ جب آسمان پر ظالموں کو سزا دینے کیلئے تجویز ٹھہر گئی

تادلِ مَرد خدا نامد بدرد   ہیچ قومِ را خُدا رُسوا نکرد

مگر افسوس کہ کافروں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ قتل کے لئے تعاقب کیا اور کئی چڑھائیاں کیں اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے۔ آخر وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے بیشمار گناہوں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ اُن پر عذاب نازل ہو۔ اگر انکی شرارتیں اس حد تک نہ پہنچتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز تلوار نہ اُٹھاتے مگر جنہوں نے تلواریں اُٹھائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں بیباک اور ظالم ثابت ہوئے وہ تلواروں سے ہی مارے گئے۔ غرض جہادِ نبوی کی یہ صورت ہے۔ جس سے اہلِ علم بے خبر نہیں اور قرآن میں یہ ہدایتیں موجود ہیں کہ جو لوگ نیکی کریں تم بھی اُنکے ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں پناہ دیں اُنکے شکر گزار بنے رہو۔ اور جو لوگ تمہیں دکھ نہیں دیتے اُن کو تم بھی دُکھ مت دو مگر اس زمانہ کے مولویوں کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ نیکی کی جگہ بدی کرنے کو تیار ہیں اور ایمانی روحانیت اور انسانی رحم سے خالی۔ **اللّٰھم صلّ اصلح اُمّة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آمین۔"**

(روحانی خزائن جلد 8، سرّ الخلافة صفحہ 404-405)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے — اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

پر ہوئے دِیں کے لئے یہ لوگ مارِ آستیں — دشمنوں کو خوش کیا اور ہوگیا آزُردہ یار

غُل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے — پاک کو ناپاک سمجھے ہوگئے مُردارخوار

گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دُور تر ہیں جاپڑے — انکے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار

ہم نے یہ مانا کہ انکے دل ہیں پتھر ہوگئے — پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں نااُمید — آیتِ لَا تَيْـئَسُــوْا رکھتی ہے دل کو استوار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذُوالمِنَن — یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

جِن میں آیا ہے مسیحِ وقت وہ مُنکر ہوئے — مر گئے تھے اس تمنا میں خواصِ ہر دیار

مَیں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر — مَیں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار

مَیں نہیں رکھتا تھا اس دعویٰ سے اِک ذرّہ خبر — کھول کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اعتبار

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خُدا سے پُوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

خطبہ جمعہ

شہدائے لاہور کی قربانیوں کا دلگداز تذکرہ

لاہور کی احمدیہ مساجد پر حملہ کے نتیجہ میں شہید اور زخمی ہونے والوں کی جرأت و بہادری، عزم و ہمت اور ان کے پسماندگان کے صبر و استقامت کے عظیم الشان اور درخشندہ نمونے۔

یہ صبر و رضا کے پیکر اپنے زخموں اور ان سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرف شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ اور رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی کی دعائیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں کریں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 4 رجون 2010ء بمقام بیت الفتوح لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ
(حم سجدہ:31 تا 33)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر استقامت اختیار کی، ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ ہم اس دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرتے ہو۔ یہ بخشنے والے اور بے انتہا رحم کرنے والے خدا کی طرف سے بطور مہمانی کے ہوگا۔

یہ ترجمہ ہے ان آیات کا جو میں نے تلاوت کی ہیں۔

ہر ہفتہ میں ہزاروں خطوط مجھے آتے ہیں جنہیں میں پڑھتا ہوں، جن میں مختلف قسم کے خطوط ہوتے ہیں۔ کوئی بیماری کی وجہ سے دعا کے لئے لکھ رہا ہوتا ہے۔ عزیزوں کے لئے لکھ رہا ہوتا ہے۔ شادیوں کی خوشیوں میں شامل کر رہا ہوتا ہے۔ رشتوں کی تلاش میں پریشانی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ کاروباروں اور ملازمتوں کے بابرکت ہونے اور دوسرے مسائل کا ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ امتحانوں میں کامیابیوں کے لئے طلباء لکھ رہے ہوتے ہیں، ان کے والدین لکھ رہے ہوتے

ہیں۔غرض کہ اس طرح کے اور اس کے علاوہ بھی مختلف نوع کے خطوط ہوتے ہیں۔لیکن گزشتہ ہفتے میں ہزاروں خطوط معمول کے ہزاروں خطوط سے بڑھ کر مجھے ملے اور تمام کا مضمون ایک محور پر مرکوز تھا، جس میں لاہور کے شہداء کی عظیم شہادت پر جذبات کا اظہار کیا گیا تھا، اپنے احساسات کا اظہار لوگوں نے کیا تھا۔غم تھا، دکھ تھا، غصہ تھا، لیکن فوراً ہی اگلے فقرہ میں وہ غصہ صبر اور دعا میں ڈھل جاتا تھا۔سب لوگ جو تھے وہ اپنے مسائل بھول گئے۔یہ خطوط پاکستان سے بھی آ رہے ہیں، عرب ممالک سے بھی آ رہے ہیں، ہندوستان سے بھی آ رہے ہیں، آسٹریلیا اور جزائر سے بھی آ رہے ہیں۔یورپ سے بھی آ رہے ہیں، امریکہ سے بھی آ رہے ہیں، افریقہ سے بھی آ رہے ہیں، جن میں پاکستانی نژاد احمدیوں کے جذبات ہی نہیں چھلک رہے کہ ان کے ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔باہر جو پاکستانی احمدی ہیں، ان کے وہاں عزیزوں یا ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔بلکہ ہر ملک کا باشندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کی بیعت میں آنے کی توفیق دی، یوں تڑپ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا یا کر رہا ہے جس طرح اس کا کوئی انتہائی قریبی خونی رشتہ میں پرویا ہوا عزیز اس ظلم کا نشانہ بنا ہے۔اور پھر جن کے قریبی عزیز اس مقام کو پا گئے، اس شہادت کو پا گئے، ان کے خطوط تھے جو مجھے تسلیاں دے رہے تھے اور اپنے اس عزیز، اپنے بیٹے، اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے خاوند کی شہادت پر اپنے رب کے حضور صبر اور استقامت کی ایک عظیم داستان رقم کر رہے تھے۔

پھر جب میں نے تقریباً ہر گھر میں کیونکہ میں نے تو جہاں تک یہاں ہمیں معلومات دی گئی تھیں، اس کے مطابق ہر گھر میں فون کر کے تعزیت کرنے کی کوشش کی۔اگر کوئی رہ گیا ہو تو مجھے بتا دے۔جیسا کہ میں نے کہا میں نے ہر گھر میں فون کیا تو بچوں، بیویوں، بھائیوں، ماؤں اور باپوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔خطوط میں تو جذبات چھپ بھی سکتے ہیں، لیکن فون پر ان کی پُرعزم آوازوں میں یہ پیغام صاف سنائی دے رہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے مومنین کے اس ردّعمل کا اظہار بغیر کسی تکلف کے کر رہے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ہم پورے ہوش و حواس اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں۔یہ ایک ایک دو دو قربانیاں کیا چیز ہیں ہم تو اپنا سب کچھ اور اپنے خون کا ہر قطرہ مسیح موعودؑ کی جماعت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔اس لئے تیار ہیں کہ آج ہمارے لہو، آج ہماری قربانیاں ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہونے کا اظہار اور اعلان دنیا پر کریں گی۔ہم وہ لوگ ہیں جو قرونِ اولیٰ کی مثالیں قائم کریں گے۔ہم ہیں جن کے سامنے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم نمونہ پھیلا ہوا ہے۔یہ سب خطوط، یہ سب جذبات پڑھ اور سن کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا تو میرے بس کی بات نہیں ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس یقین پر قائم کر دیا، مزید اس میں مضبوطی پیدا کر دی کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پیارے یقیناً ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں جن کے پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے۔یہ صبر و استقامت کے وہ عظیم لوگ ہیں، جن کے جانے والے بھی ثباتِ قدم کے عظیم نمونے دکھاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ۔ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰـکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ155) کے مصداق بن گئے، اور دنیا کو بھی بتا گئے کہ ہمیں مردہ نہ کہو۔بلکہ ہم زندہ ہیں۔ہم نے جہاں اپنی دائمی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رضا کو پا لیا ہے وہاں خدا تعالیٰ کے دین کی آبیاری کا باعث بھی بن گئے ہیں۔ہمارے خون کے ایک ایک قطرے سے ہزاروں ثمر آور درخت نشوونما پانے والے ہیں۔ہمیں فرشتوں نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ہمیں تو اپنی جان دیتے ہوئے بھی پتہ نہیں لگا کہ ہمیں کہاں کہاں اور کتنی گولیاں لگی ہیں؟ ہمیں گرینیڈ سے دیئے گئے زخموں کا بھی پتہ نہیں لگا۔یہ صبر و رضا کے پیکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بے چین، دین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے، گھنٹوں اپنے زخموں اور ان میں سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرفِ شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے۔اگر کسی نے ہائے یا اُف کا کلمہ منہ سے نکالا تو سامنے والے زخمی نے کہا ہمت اور حوصلہ کرو، لوگ تو بغیر کسی عظیم مقصد کے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں تم تو اپنے ایک عظیم مقصد کے لئے قربان ہونے جا رہے ہو۔اور پھر وہ اُف کہنے والا آخر دم تک صرف درود شریف پڑھتا رہا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین کرواتا رہا کہ ہم نے جو مسیح محمدی سے عہد کیا تھا

اسے پورا کر رہے ہیں۔ میں نے ایک ایسی دردناک وڈیو دیکھی، جو زخمیوں نے ہی اپنے موبائل فون پر ریکارڈ کی تھی۔ اس کو دیکھ کر دل کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن سے بیشک قربانیاں تو خدا تعالیٰ نے لی ہیں لیکن اس کے فرشتوں نے ان پر سکینت نازل کی ہے۔ اور یہ لوگ گھنٹوں بغیر کراہے صبر و رضا کی تصویر بنے رہے۔

فون پر لاہور کے ایک لڑکے نے مجھے بتایا کہ میرے 19 سالہ بھائی کو چار پانچ گولیاں لگیں، لیکن زخمی حالت میں گھنٹوں پڑا رہا ہے، اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں اور دعائیں کرتا رہا۔ اگر پولیس بروقت آ جاتی تو بہت سی قیمتی جانیں بچ سکتی تھیں۔ لیکن جب پورا نظام ہی فساد میں مبتلا ہو تو ان لوگوں سے کیا توقعات کی جا سکتی ہیں؟ ایک نوجوان نے دشمن کے ہینڈ گرینیڈ کو اپنے ہاتھ پر روک لیا اس لئے کہ واپس اس طرف لوٹا دوں لیکن اتنی دیر میں وہ گرینیڈ پھٹ گیا اور اپنی جان دے کر دوسروں کی جان بچا لی۔ ایک بزرگ نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر نوجوانوں اور بچوں کو بچالیا۔ حملہ آور کی طرف ایک دم دوڑے اور ساری گولیاں اپنے سینے پر لے لیں۔ آج پولیس کے آئی جی صاحب بڑے فخر سے یہ بیان دے رہے ہیں کہ، پولیس نے دو دہشت گردوں کو پکڑ لیا۔ جب اوپر سے نیچے تک ہر ایک جھوٹ اور سچ کی تمیز کرنا چھوڑ دے تو پھر ایسے بیان ہی دیئے جاتے ہیں۔ دو دہشت گرد جو پکڑے گئے ہیں انہیں بھی ہمارے ہی لڑکوں نے پکڑا۔ اور پکڑنے والا بھی مجھے بتایا گیا، ایک کمزور سا لڑکا تھا یعنی بظاہر جسمانی لحاظ سے بڑے ہلکے جسم کا مالک تھا لیکن ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس دہشتگرد کی گردن دبوچے رکھی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی جیکٹ تک اس کا ہاتھ نہ جانے دیا، اس ٹک تک اس کا ہاتھ نہ جانے دیا جسے وہ کھینچ کر اس کو پھاڑنا چاہتا تھا۔

یہ بیچارے لوگ جو نوجوان دہشت گرد ہیں، چھوٹی عمر کے، اٹھارہ انیس سال کے، یا بیس بائیس سال کے لڑکے تھے، یہ بیچارے غریب تو غریبوں کے بچے ہیں۔ بچپن میں غربت کی وجہ سے ظالم ٹولے کے ہاتھ آ جاتے ہیں جو مذہبی تعلیم کے بہانے انہیں دہشت گردی سکھاتے ہیں اور پھر ایسا brain wash کرتے ہیں کہ ان کو جنت کی خوشخبریاں صرف ان خودکش حملوں کی صورت میں دکھاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بننے والی موت ہے۔ لیکن یہ بات سمجھنے سے اب یہ لوگ قاصر ہو چکے ہیں۔ ان دہشت گردوں کے سرغنوں کو کبھی کسی نے سامنے آتے نہیں دیکھا، کبھی اپنے بچوں کو قربان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر قربانیاں دیتے ہیں تو غریبوں کے بچے، جن کے برین واش کئے جاتے ہیں۔ بہر حال ایسے دو دہشت گرد جو پکڑے گئے، ہمارے اپنے لڑکوں نے ہی پکڑے۔

یہ فرشتوں کا اترنا اور تسکین دینا جہاں ان زخمیوں پر ہمیں نظر آتا ہے وہاں پیچھے رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے اس خاص فضل کی وجہ سے تسکین پا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر رکھا ہوا ہے۔ اس ایمان کی وجہ سے جو زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہم میں پیدا ہوا یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ جاؤ اور میرے بندوں کے دلوں کی تسکین کا باعث بنو۔ ان دعائیں کرنے والوں کے لئے تسلی اور صبر کے سامان کرو۔ اور جیسا کہ میں نے کہا، ہر گھر میں مجھے یہی نظارے نظر آئے ہیں۔ ایسے ایسے عجیب نظارے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے لوگ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمائے ہوئے ہیں۔ ہر ایک إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ إِلَى اللّٰهِ (یوسف:87) کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ کے حضور کرتا ہوں کی تصویر نظر آتا ہے۔ اور یہی ایک مومن کا طرہ امتیاز ہے۔ مومنوں کو غم کی حالت میں صبر کی یہ تلقین خدا تعالیٰ نے کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ. إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (البقرة:154) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ صبر اور صلوۃ کے ساتھ اللہ سے مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پس ایک بندہ تو خدا تعالیٰ کے آگے ہی اپنا سب کچھ پیش کرتا ہے، جو اللہ کا حقیقی بندہ ہے، عبدِ رحمان ہے، جزع فزع کی بجائے، شور شرابے اور جلوس کی بجائے، قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے، جب صبر اور دعاؤں میں اپنے جذبات کو ڈھالتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ مومنوں کی جماعت کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی آزمائشوں کے متعلق بتا دیا تھا۔ یہ فرما دیا تھا کہ آزمائشیں آئیں گی۔ فرماتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ (البقرة:156) اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان

کے ذریعے سے آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔

پس صبر اور دعائیں کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے خوشیوں کی خبریں سنائی ہیں۔ اپنی رضا کی جنت کا وارث بننے کی خبریں سنائی ہیں۔ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو بھی جنت کی بشارت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے۔ ایسے لوگوں کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول بن جاتی ہیں۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی انہی خوبیوں کا ذکر کیا ہے کہ جو لوگ ابتلاؤں میں استقامت دکھاتے ہیں فرشتے ان کے لئے تسلی کا سامان کرتے ہیں۔ جب مومنین ہر طرف سے ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں جانوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اموال کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عزتوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہر طرف سے بعض دفعہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد کے دروازے ہی بند ہو گئے ہیں اس وقت جب مومنین بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ کو سمجھتے ہوئے استقامت دکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بن جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتے ہیں۔ ایک دم ایسی فتح وظفر اور نصرت کی خبریں ملتی ہیں، اس کے دروازے کھلتے ہیں کہ جن کا خیال بھی ایک مومن کو نہیں آ سکتا۔ ایسے ایسے عجائب اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے کہ جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ پس استقامت شرط ہے اور مبارک ہیں لاہور کے احمدی جنہوں نے یہ استقامت دکھائی، جانے والوں نے بھی اور پیچھے رہنے والوں نے بھی۔ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اپنے وعدے پورے کرے گا۔ اور دلوں کی تسکین کے لئے جو وعدے ہیں، جو ہمیں نظر آ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہونے کا ہی نشان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

"وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ اس استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہانتک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں، موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے، نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بے کس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء وقدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد نمبر 10 صفحہ 419-420)

آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آ رہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ ان کی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے، اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ ابتلاء کا لمبا ہونا تمہارے پائے استقلال کو ہلا نہ دے۔ کہیں کوئی ناشکری کا کلمہ تمہارے منہ سے نہ نکل جائے۔ ان شہداء کے بارے میں تو بعض خوابیں بھی بعض لوگوں نے بڑی اچھی دیکھی ہیں۔ خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں۔ بلکہ ان پر تمغے سجائے جا رہے ہیں۔ دنیاوی تمغے تو لمبی خدمات کے بعد ملتے ہیں یہاں تو نوجوانوں کو بھی نوجوانی میں ہی خدمات پر تمغے مل رہے ہیں۔

پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہئے۔ آپ لاہور کے وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ "لاہور میں ہمارے پاک

ممبر موجود ہیں''۔(الہام 13 دسمبر 1900ء) اور'' لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں''۔(الہام 13 دسمبر 1900ء) پس یہ آپ لوگوں کا اعزاز ہے جسے آپ لوگوں نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔خدا تعالیٰ کی رضا کو صبر اور دعا سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔اور پھر اس تعلق میں بہت سی خوشخبریاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بتائی ہیں۔پس خوش قسمت ہیں آپ جن کے شہر کے نام کے ساتھ خوشخبریاں وہاں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک مسیح علیہ السلام کے ذریعہ دی ہیں۔

دشمن نے تو میرے نزدیک صرف جانی نقصان پہنچانے کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مقصد تھے۔ایک تو خوف پیدا کر کے اپنی نظر میں، اپنے خیال میں کمزور احمدیوں کو احمدیت سے دور کرنا تھا، نوجوانوں میں بے چینی پیدا کرنی تھی۔لیکن نہیں جانتے کہ یہ ان ماؤں کے بیٹے ہیں جن کے خون میں، جن کے دودھ میں جان، مال، وقت، عزت کی قربانی کا عہد گردش کر رہا ہے۔جن کے اپنے اندر عہدِ وفا نبھانے کا جوش ہے۔دوسرے دشمن کا یہ خیال تھا کہ اس طرح اتنی بڑی قربانی کے نتیجے میں احمدی برداشت نہیں کر سکیں گے اور سڑکوں پر آ جائیں گے۔توڑ پھوڑ ہوگی، جلوس نکلیں گے اور پھر حکومت اور انتظامیہ اپنی من مانی کرتے ہوئے جو چاہے احمدیوں سے سلوک کرے گی۔اور اس ردّ عمل کو باہر کی دنیا میں اچھال کر پھر احمدیوں کو بدنام کیا جائے گا۔اور پھر دنیا کو دکھانے کے لئے، بیرونی دنیا کو باور کرانے کے لئے یہ لوگ اپنی تمام تر مدد کے وعدے کریں گے۔لیکن نہیں جانتے کہ احمدی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے والے اور اس کی پناہ میں آنے والے لوگ ہیں۔خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں۔اور یہ کبھی ایسا ردّ عمل نہیں دکھا سکتے۔جب یہ ردّ عمل جو مخالفین کی توقع تھی ان لوگوں نے نہیں دیکھا اور پھر بیرونی دنیا نے بھی اس ظالمانہ حرکت پر شور مچایا اور میڈیا نے بھی ان کو ننگا کر دیا تو رات گئے حکومتی اداروں کو بھی خیال آ گیا کہ ان کی ہمدردی کی جائے۔اور اپنی شرمندگی مٹائی جائے۔اور پھر آ کے بیان بازی شروع ہوگئی۔ہمدردیوں کے بیان آنے لگ گئے۔حیرت ہے کہ ابھی تک دنیا کو، ان لوگوں کو خاص طور پر یہ نہیں پتہ چلا کہ احمدی کیا چیز ہیں؟ گزشتہ ایک سو بیس سالہ احمدیت کی زندگی کے ہر ہر سیکنڈ کے عمل نے بھی ان کی آنکھیں نہیں کھولیں۔یہ ایک امام کی آواز پر اٹھنے اور بیٹھنے والے لوگ ہیں۔یہ اس مسیح موعود کے ماننے والے لوگ ہیں جو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا۔جنہوں نے جانور طبع لوگوں کو انسان اور انسانوں کو باخدا انسان بنایا تھا۔پس اب جبکہ ہم درندگی کی حالتوں سے نکل کر باخدا انسان بننے کی طرف قدم بڑھانے والے ہیں، ہم کس طرح یہ توڑ پھوڑ کر سکتے ہیں۔جلوس اور قتل و غارت کا ردّ عمل کس طرح ہم دکھا سکتے تھے۔ہم نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہا اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ہم نے تو اپنا غم اور اپنا دکھ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا ہے اور اس کی رضا پر راضی اور اس کے فیصلے کے انتظار میں ہیں۔

یہ درندگی اور سفا کی تمہیں مبارک ہو جو خدا کے نام پر خدا کی مخلوق بلکہ خدا کے پیاروں کے خون کی ہولی کھیلنے والے ہو۔عوام کو مذہب کے نام پر دوبارہ چودہ پندرہ سو سال پہلے والی بدّوانہ زندگی میں لے جانے والے اور اس میں رہنے والے ہو۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہے۔اب کسی مسیح موعود کی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔اب اس سے بھی انکاری ہوتے جا رہے ہیں۔ہمارے لئے قرآن اور شریعت کافی ہے۔کیا تمہارے یہ عمل اس شریعت اور قرآن پر ہیں جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے؟ یقیناً نہیں۔تم میرے آقا، ہاں وہ آقا جو محسنِ انسانیت تھا اور قیامت تک اس جیسا محسنِ انسانیت پیدا نہیں ہو سکتا، اس محسنِ انسانیت کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرنے والے ہو۔ناموسِ رسالت کے نام پر میرے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے والے ہو۔یقیناً قیامت کے دن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ تم میں سے ایک ایک کو پکڑ کر تمہیں تمہارے بدانجام تک پہنچائے گا۔ہمارا کام صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر احمدی اس پر کاربند رہے گا۔

یہ صبر کے نمونے جب دنیا نے دیکھے تو غیر بھی حیران ہو گئے۔ظلم اور سفا کی کے ان نمونوں کو دیکھ کر غیروں نے نہ صرف ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ احمدیت کی طرف مائل بھی ہوئے بلکہ بیعت میں آنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔پس یہ ظلم جو تم نے ہمارے سے روا رکھا اس کا بدلہ اس دنیا میں ہمیں انعام کی صورت میں ملنا شروع ہو گیا۔

میرا خیال تھا کہ کچھ واقعات بیان کروں گا لیکن بعض اتنے دردناک ہیں کہ ڈرتا ہوں کہ جذبات سے مغلوب نہ ہو جاؤں۔ اس لئے سارے تو بیان نہیں کر سکتا۔ چند ایک واقعات جو ہیں وہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ہمارے نائب ناظر اصلاح وارشاد ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ ایک نمازی نے جب وہ جنازے پر آئے تھے، کسی کو مخاطب ہو کر کہا کہ ایک انعام اور ملا کہ شہید باپ کا بیٹا ہوں اور مجھے کہا کہ عزم اور حوصلے بلند ہیں، ماڈل ٹاؤن میں مکرم اعجاز صاحب کے بھائی شہید ہو گئے اور انہیں مسجد میں ہی اطلاع مل گئی اور کہا گیا کہ فلاں ہسپتال پہنچ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ جانے والا خدا کے حضور حاضر ہو چکا، اب شاید میرے خون کی احمدی بھائیوں کو ضرورت پڑ جائے، اس لئے میں تو اب یہیں ٹھہروں گا۔ ایک ماں نے کہا کہ اپنی گود سے جواں سال بیٹا خدا کی گود میں رکھ دیا۔ جس کی امانت تھی اس کے سپرد کر دی۔ ہمارے مربی سلسلہ محمود احمد شاد صاحب نے ماڈل ٹاؤن میں اپنے فرض کو خوب نبھایا۔ خطبہ کے دوران دعاؤں اور استغفار، صبر اور درود پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ بعض قرآنی آیتیں بھی دہرائیں۔ دعائیں بھی دہرائیں اور درود شریف بھی بلند آواز سے دہرایا اور نعرۂ تکبیر بھی بلند کیا اور آپ نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔ سردار عبدالسمیع صاحب نے بتایا کہ فجر کی نماز پر چک سکندر کے واقعات اور شہادتوں کا ذکر فرما رہے تھے کیونکہ یہ اس وقت وہاں متعین تھے۔

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ باہر سیڑھیوں کے نیچے صحن میں ڈیڑھ دو سو آدمی کھڑے تھے۔ اس وقت دہشتگرد فائرنگ کرتے ہوئے ہال کے کارنر میں تھے۔ ایک آدمی بالکل صحن کے کونے تک آ گیا۔ اگر وہ اس وقت باہر آ جاتا تو جو ڈیڑھ دو سو آدمی باہر تھے وہ شاید آج موجود نہ ہوتے۔ لیکن میری آنکھ کے سامنے ایک انصار جن کی عمر لگ بھگ 65 سال یا اوپر ہو گی، انہوں نے pillar کے پیچھے سے نکل کر اس کی طرف دوڑ لگا دی۔ اور اس کی وجہ سے بالکل ان کی چھاتی میں گولی لگی اور وہ شہید ہو گئے، لیکن ان کی بہادری کی وجہ سے دہشت گرد کے باہر آنے میں کچھ وقت لگا۔ لیکن اس عرصہ میں بہت سے احمدی محفوظ جگہ پر پہنچ گئے اور پھر اس نے گرینیڈ بعد میں پھینکا۔ اور کہتے ہیں جب ہم باہر آئے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ بے شمار لوگ سیڑھیوں پر شہید پڑے تھے۔

ایک صاحب نے مجھے لکھا، جو جاپان سے وہاں گئے ہوئے تھے اور جنازے میں شامل ہوئے کہ آخرین کی شہادتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک کی یادوں کو تازہ کر دیا۔ ربوہ کے پہاڑ کے دامن میں ان مبارک وجودوں کو دفناتے ہوئے کئی دفعہ ایسا لگا جیسے اس زمانے میں نہیں۔ صبر و رضا کے ایسے نمونے تھے جن کو الفاظ میں ڈھالنا ناممکن ہے۔ انصار اللہ کے لان میں مَیں نے اپنی دائیں طرف ایک بزرگ سے جو جنازے کے انتظار میں بیٹھے تھے پوچھا کہ چچا جان! آپ کے کون فوت ہوئے ہیں؟ فرمایا میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرا دل دہل رہا تھا اور پُرعزم چہرہ دیکھ کر ابھی میں منہ سے کچھ بول نہ پایا تھا کہ انہوں نے پھر فرمایا کہ الحمدللہ! خدا کو یہی منظور تھا۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرے چاروں طرف پُرعزم چہرے تھے اور میں اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا کہ ان کو وقار ہستیوں کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کروں کہ خود مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ کہتے ہیں کہ میں مختلف لوگوں سے ملتا اور ہر بار ایک نئی کیفیت سے گزرتا رہا۔ خون میں نہائے ایک شہید کے پاس کھڑا تھا کہ آواز آئی میرے شہید کو دیکھ لیں۔ اس طرح کے بے شمار جذبات احساسات ہیں۔

ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میرے چھوٹے بچے بھی جمعہ پڑھنے گئے تھے اور خدا نے انہیں اپنے فضل سے بچا لیا۔ جب مسجد میں خون خرابہ ہو رہا تھا تو ہماری ہمسائیاں ٹی وی پر دیکھ کر بھاگی آئیں کہ رو دھو رہی ہو گی۔ یعنی میرے پاس آئیں کہ رو دھو رہی ہوں گی کیونکہ مسجد کے ساتھ ان کا گھر تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ ہمارا معاملہ تو خدا کے ساتھ تھا۔ مجھے بچوں کی کیا فکر ہے؟ ادھر تو سارے ہی ہمارے اپنے ہیں۔ اگر میرے بچے شہید ہو گئے تو خدا کے حضور مقرب ہوں گے اور اگر بچ گئے تو غازی ہوں گے۔ یہ سن کر عورتیں حیران رہ گئیں اور الٹے پاؤں واپس چلی گئیں کہ یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟ اور پھر آگے لکھتی ہیں کہ اس نازک موقع پر ربوہ والوں نے جو خدمت کی اور دکھی دلوں کے ساتھ دن رات کام کیا اس پر ہم سب آپ کے اور ان کے شکر گزار ہیں۔

ایک ماں کا اٹھارہ سال کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک لڑکا تھا باقی لڑکیاں ہیں۔ میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ شہید ہو گیا اور انتہائی صبر اور رضا کا ماں باپ نے اظہار کیا اور یہ کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔

مسلم الدّروبی صاحب سیریا کے ہیں وہ بھی ان دنوں میں وہاں گئے ہوئے تھے۔ اور ان کو بھی ٹانگ پر کچھ زخم آئے ہیں۔ شام کے احمدی ہیں۔ وہ

کہتے ہیں کہ ایسا نظارہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔کوئی افراتفری نہیں تھی۔کوئی ہراسانی نہیں تھی۔کوئی خوف نہیں تھا۔ ہر ایک آرام سے اپنے اپنے کام کر رہا تھا اس وقت بھی جب دشمن گولیاں چلا رہا تھا اور انتظامیہ کی طرف سے جو بھی ہدایات دی جارہی تھیں ان کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک ایسی انہونی چیز تھی کہ جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

پس یہ وہ لوگ ہیں، یہ وہ مائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں پیدا کی ہیں۔قربانیوں کی عظیم مثال ہیں۔اس بات کی فکر نہیں کہ میرے بچوں کا کیا حال ہے یا میرا بچہ شہید ہو گیا ہے۔ پوری جماعت کے لئے یہ مائیں درد کے ساتھ دعائیں کر رہی ہیں۔ پس اے احمدی ماؤں! اس جذبے کو اور ان نیک اور پاک جذبات کو اور ان خیالات کو کبھی مرنے نہ دینا۔ جب تک یہ جذبات رہیں گے، جب تک یہ پُرعزم سوچیں رہیں گی، کوئی دشمن کبھی جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

ایک احمدی نے لکھا کہ میں ربوہ سے گیا تھا۔ایک نوجوان خادم کے ساتھ مل کر لاشیں اٹھا تا رہا تو سب سے آخر میں اس نے میرے ساتھ مل کر ایک لاش اٹھائی اور ایمبولینس تک پہنچا دی، اور اس کے بعد کہنے لگا کہ یہ میرے والد صاحب ہیں۔اور پھر یہ نہیں کہ اس ایمبولینس کے ساتھ چلا گیا بلکہ واپس مسجد میں چلا گیا اور اپنی ڈیوٹی جو اس کے سپرد تھی اس کام میں مستعد ہو گیا۔

یہ ہیں مسیح محمدی کے وہ عظیم لوگ جو اپنے جذبات کو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں۔ بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ جمع کر کے لکھے بھی جائیں گے۔ایک بات جو سب نے بتائی ہے جو کامن (Common) ہے، عینی شاہد جو بتاتے ہیں کہ دہشت گرد جب یہ سب کارروائی کر رہے تھے تو کوئی پینک (Panic) نہیں تھا۔ جیسا کہ الدّ روبی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ امیر صاحب اور مربی صاحب اور عہدیداران کی ہدایات پر جب تک یہ لوگ عہدیداران زندہ رہے سکون سے عمل کرتے رہے اور اس کے بعد بھی کوئی بھگدڑ نہیں مچی بلکہ بڑے آرگنائزڈ طریقے سے دیواروں کے ساتھ لگ گئے تا کہ گولیوں سے بچ سکیں اور بیٹھ کر دعائیں کرتے رہے۔اور ایک بزرگ اس حالت میں مسلسل سجدہ میں رہے ہیں کوئی پرواہ نہیں کی کہ دائیں بائیں گولیاں آ رہی ہیں ۔ یہ ہیں ایمان والوں اور حقیقی ایمان والوں کے نظارے۔

کئی خطوط مجھے اس مضمون کے بھی آرہے ہیں جو سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب: 24) کہ مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہیں جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے ہرگز اپنے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔اور وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ لکھ کر یہ لوگ پھر اپنے عہدِ وفا اور قربانی کا یقین دلا رہے ہیں۔

پس دشمن تو سمجھتا تھا کہ اس عمل سے احمدیوں کو کمزور کر دے گا، جماعت کی طاقت کو توڑ دے گا۔شہروں کے رہنے والے شاید اتنا ایمان نہیں رکھتے ۔لیکن انہیں کیا پتہ ہے کہ یہ شہروں کے رہنے والے وہ لوگ ہیں جن میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی حرارت بھر دی ہے۔ جو دین کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے ہر دم تیار ہیں۔ بے شک دنیا کے دھندوں میں بھی لگے ہوئے ہیں لیکن صرف دنیا کے دھندے مقصود نہیں ہیں۔ جب بھی دین کے لئے بلایا جاتا ہے تو لبیک کہتے ہوئے آتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں نے کہا یہ درندگی کے بجائے انسانیت کے علمبردار ہیں۔ آخر یہ احمدی بھی تو اسی قوم میں سے آئے ہیں۔ وہی قبیلے ہیں، وہی برادریاں ہیں جہاں سے وہ لوگ آرہے ہیں جو مذہب کے نام پر درندگی اور سفاکی دکھاتے ہیں۔لیکن مسیح موعود کے ماننے کے بعد یہی لوگ ہیں جو مذہب کی خاطر قربانیاں تو دیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق۔

میں نے ذکر کیا تھا کہ ان واقعات کا پریس نے اور پاکستان پریس نے بھی ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزا دے اور ہمیشہ حق کہنے کی توفیق دیتا رہے۔اب اس حق کہنے کے بعد کہیں مولویوں کے ردِ عمل سے ڈر کر پھر پرانی ڈگر پر نہ چل پڑیں۔ اسی طرح دنیا کے مختلف ممالک کے پریس ہیں، حکومتیں ہیں ان کی طرف سے بیان آئے ، statements آئیں، ہمدردی کے پیغام آئے اور مختلف حکومتوں کے نمائندے، یہاں کی حکومت کے نمائندے نے بھی انگلستان کے ممبران پارلیمنٹ نے بھی ہمدردی اور تعزیت کے پیغام بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ان سب کو جزا دے۔

اور تو اور ختمِ نبوت کی طرف سے بھی اخبار میں خبر آئی تھی کہ بڑا غلط کام ہوا ہے اور یہ درندگی ہے اور یہ نہیں ہونی چاہئے تھی۔ تو پھر وہ جو بینر ہیں جو پوسٹر ہیں جو دیواروں پر لگے ہوئے ہیں جو سڑکوں پر لگے ہوئے ہیں حتّٰی کہ ہائی کورٹ کے ججوں کے نیم پلیٹس (Name Plates) کے نیچے لگے ہوئے ہیں، جس میں احمدیوں کے خلاف گندی زبان استعمال کی گئی ہے انہیں مرتد کہا گیا ہے، انہیں واجب القتل کہا گیا ہے، وہ کس کے لگائے ہوئے ہیں؟ تم لوگ ہی تو ہو اس دنیا کو، ان لوگوں کو، بے عقلوں کو جوش دلانے والے، اور اب جب یہ دیکھا کہ دنیا کا رُخ اس طرف آ گیا ہے تو ہم بھی ہیں تو سہی اس ظلم میں شامل، پھر دنیا کی نظر میں ہم اس ظلم میں شامل ہونے سے بچ جائیں تو یہ بیان دینے لگ گئے ہیں۔

تو احمدیوں کے خلاف یہ بغض اور کینہ جو ان نام نہاد علماء کی طرف سے دکھایا جا رہا ہے۔ یہی اصل وجہ ہے جو یہ ساری کارروائی ہوئی ہے۔ پاکستان کے چیف جسٹس صاحب ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر خود نوٹس لیتے ہیں۔ اخباروں میں یہ بات آ جاتی ہے۔ تو یہ جو اتنا بڑا ظلم ہوا ہے اور یہ جو بینر لگے ہوئے ہیں اور جو پوسٹر لگے ہوئے ہیں اس پر ان کو خیال نہیں آیا کہ خود کوئی نوٹس لیں اور یہ علماء جو لوگوں کو اُکسا رہے ہیں، ان کے خلاف کارروائی کریں۔ کیا انصاف قائم کرنے کے معیار صرف اپنی پسند پر منحصر ہیں؟

جیسا کہ میں نے کہا، ہمارا رونا اور ہمارے دکھ تو خدا تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ ان سے تو ہم نے کچھ نہیں لینا۔ لیکن صرف ان کے معیاروں کی طرف میں نشاندہی کر رہا ہوں۔ ہمارا تو ہر ابتلاء کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیوں کا اور اس کی رضا کے حصول کا ادراک اور بڑھتا ہے۔ بندے نہ تو ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں یہ کچھ دے سکتے ہیں۔

بے شک دنیا میں آج کل دہشتگردی بہت زیادہ ہے۔ پاکستان میں اس کی انتہا ہوئی ہے۔ لیکن احمدیوں کے خلاف دہشتگردی کو قانون کا تحفظ حاصل ہے۔ اس لئے جو ان کے دل میں آتا ہے وہ کرتے ہیں۔ مونگ رسول کا واقعہ ہوا، وہاں بھی دہشت گردی ہوئی، وہاں کے جو دہشت گرد تھے پکڑے گئے تھے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ کیا ان کو سزا دی گئی؟ وہ پاکستانی گلیوں میں آج بھی آزادی کے ساتھ پھر رہے ہیں۔ پس ان سے تو کوئی احمدی کسی قسم کی کوئی توقع نہیں کر سکتا اور نہ کرتا ہے۔ ہمارا مولیٰ تو ہمارا اللہ ہے اور اس پر ہم توکل کرتے ہیں۔ وہی ہمارا معین و مددگار ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا رہے گا اور اپنی حفاظت کے حصار میں ہمیں رکھے گا۔ ان لوگوں سے آئندہ بھی کسی قسم کی خیر کی کوئی امید نہیں اور نہ کبھی ہم رکھیں گے۔ اس لئے احمدیوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اور دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ کی دعا بہت پڑھیں۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی کی دعا ضرور پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں کریں۔ ثباتِ قدم کے لئے دعائیں کریں۔ ان لوگوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں، روئیں۔ ان دو مساجد میں جو ہمارے زخمی ہوئے ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔ ان زخمیوں میں سے بھی آج ایک اور ڈاکٹر عمران صاحب تھے ان کی شہادت ہو گئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ باقی جو زخمی ہیں ان کو شفا عطا فرمائے اور ہر احمدی کو ہر شر سے ہمیشہ بچائے۔ احمدیوں نے پاکستان کے بنانے میں کردار ادا کیا تھا اور ان لوگوں سے بڑھ کر کیا تھا، جو آج دعویدار ہیں، جو آج پاکستان کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اس لئے ملک کی بقا کے لئے بھی دعا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور ان لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے اور ان کے عبرتناک انجام کے لئے بھی دعا کریں جو ملک میں افراتفری اور فساد پھیلا رہے ہیں، جنہوں نے ملک کا سکون برباد کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔

ایک بات اور کہنا چاہوں گا۔ ایک احمدی نے بڑے جذباتی انداز میں ایک خط لکھا لیکن اس سوچ پہ مجھے بڑی حیرت ہوئی، کیونکہ پڑھے لکھے بھی ہیں جماعتی خدمات بھی کرنے والے ہیں۔ ایک فقرہ یہ تھا کہ "دشمن نے کیسے کیسے ہیرے مٹی میں رول دیئے"۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ ہیرے مٹی میں رولے نہیں گئے۔ ہاں دشمن نے مٹی میں رولنے کی ایک مذموم کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اہمیت پہلے سے بھی بڑھا دی اور ان کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کو دائمی زندگی سے نوازا۔ اس ایک ایک ہیرے نے اپنے پیچھے رہنے والے ہیروں کو مزید صیقل کر دیا۔ ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمانِ اسلام اور احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دے

دی ہیں اور ان کہکشاؤں نے ہمارے لئے نئے راستے متعین کر دیئے۔ ان میں سے ہر ہر ستارہ جب اس سے علیحدہ ہو کے بھی ہمارے لئے قطب ستارہ بن جاتا ہے۔ پس ہمارا کوئی بھی دشمن کبھی بھی اپنی مذموم اور قبیح کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور ہر شہادت بڑے بڑے پھل پیدا کرتی ہے، بڑے بڑے مقام حاصل کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب شہیدوں کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے، اور ہم بھی ہمیشہ استقامت کے ساتھ دین کی خاطر قربانیاں دیتے چلے جانے والوں میں سے ہوں۔

شہداء کا ذکر بھی کرنا چاہتا تھا لیکن یہ تو ایک لمبی بات ہو جائے گی۔ آئندہ انشاء اللہ مختصر ذکر کروں گا کیونکہ تقریباً 85 شہداء ہیں مختصر تعارف بھی کروایا جائے تو کافی وقت لگتا ہے۔ جمعہ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ان کی نمازِ جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

اسی دوران گزشتہ دنوں اس واقعہ کے دو تین دن کے بعد نارووال میں ہمارے ایک احمدی کو شہید کر دیا گیا۔ ان کا نام نعمت اللہ صاحب تھا اور اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ صحن میں آ کر چھریوں کا وار کر کے ان کو شہید کیا۔ ان کا بڑا بیٹا بچانے کے لئے آیا تو اس کو بھی زخمی کر دیا۔ وہ ہسپتال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شفا عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند کرے۔ ان کی اہلیہ اور تین بیٹیاں ہیں اور تین بیٹے ہیں۔ ان کے دوسرے عزیزوں میں سے بھی لاہور میں دو شہید ہوئے ہیں۔ اور قاتل کا تعلق تحفظِ ختم نبوت سے ہے۔ ایک طرف تحفظِ ختم نبوت والے اعلان کر رہے ہیں کہ بہت برا ہوا۔ دوسری طرف اپنے لوگوں کو اُکسا رہے ہیں کہ جاؤ اور احمدیوں کو شہید کرو اور جنت کے وارث بن جاؤ۔ وہ پکڑا گیا ہے اور اس نے اقرار کیا ہے کہ سانحہ لاہور کے پس منظر میں مجھے بھی کیونکہ ہمارے علماء نے یہی کہا ہے اس لئے میں شہید کرنے کے اس نیک کام کے لئے ثواب حاصل کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور پھر پکڑے جانے کے بعد یہ بھی کہہ دیا کہ یہاں ہم کسی بھی احمدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تو یہ تو ان کے حال ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا میں بدنام کیا جاتا ہے۔ دنیا میں تو خود تم اپنے آپ کو بدنام کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ بہت دعائیں کریں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ مریضوں کے لئے بھی بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔

☆......☆......☆......☆......☆

شہیدانِ وفا

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

پھر شہیدانِ وفا نے باب اک روشن کیا
جاں کا نذرانہ دیا، جامِ شہادت پالیا

کیا ہی تاثیرِ دعائے مصطفیٰؐ تھی کارگر
حوصلہ بخشا نثارِ دینِ احمدؐ کر دیا

ہیں مسیحائے زماںؑ کے دم سے اعجازی نشاں
پھر زمیں بدلی خدا نے آسماں پیدا کیا

اک اخوّت ہے وہی، اِیثار و قربانی وہی
پھر بلالی روح نے زندہ شہیدوں کو کیا

پیکرِ صدق و وفا بنتا گیا ہر احمدی
آخریں کے دور نے پھر اوّلیں کو پالیا

دُشمنانِ دیں کی چالیں تھیں مِٹانے کے لئے
اک سماں تھا حشر کا پھر اُحد زندہ کر دیا

زعمِ باطل میں امیں دینِ متیں کے بن گئے
بربریّت ظلم و سفّاکی سے دیں رُسوا کیا

اب خدا کے قہر سے بچنے کی کچھ صورت نہیں
ہے ازل سے ہی مقدر جو کیا سو پالیا

جبرو اِستبدادِ فرعوں اک نشاں عبرت کا تھا
اپنے ہاتھوں سے یہی اک راستہ اپنالیا

آہ مظلوموں کی ہرگز رائیگاں جاتی نہیں
ہے مکافاتِ عمل پاؤ گے جو تم نے کیا

شہید کی چھ خصوصیات

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک شہید کی چھ خصوصیات ہیں:

☆......نمبر ایک یہ کہ اسے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے وقت ہی بخش دیا جائے گا

☆......دوسرے وہ جنت میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ لے گا

☆......تیسرے اسے قبر کے عذاب سے پناہ دی جائے گی

☆......چوتھے وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا

☆......پانچویں اس کے سر پر ایسا وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا

☆......نمبر چھ، اور اسے اپنے ستر اقارب کی شفاعت کا حق دیا جائے گا۔

(سنن ترمذی، کتاب فضائل الجهاد۔باب فی ثواب الشهید)

تذکرہ

۱۳ر دسمبر ۱۹۰۰ء

(ا) پھر وحی ہوئی:۔

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں ان کو اطلاع دی جاوے نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ اَنَا اللّٰہُ ذُوالْمِنَنِ۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔"

(الحکم جلد ۴ نمبر ۴۵ مورخہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲)

(ب) "ایک دفعہ الہام ہوا تھا کہ لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔ وسوسہ پڑ گیا ہے۔ پر مٹی نظیف ہے۔ وسوسہ نہیں رہے گا مٹی رہے گی۔" (الحکم جلد ۶ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۷ر اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲)

(بحوالہ تذکرہ مجموعہ الہامات و کشوف و رویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 328)

عزیزم سردار افتخار الغنی شہید

محمد اجمل شاہد۔ فلاڈلفیا

عزیزم سردار افتخار الغنی مرحوم کے ساتھ مرحوم کا لاحقہ لکھتے ہوئے انتہائی دکھ محسوس ہورہا ہے۔ان کی شہادت کے واقعہ سے چند دن قبل خاکسار ان سے مل کر آیا تھا۔ یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ ان کے ساتھ آخری ملاقات ہے۔اس قیام کے دوران خاکسار کو یہ دیکھ کر خوشی ہوتی تھی کہ مرحوم اپنی سابقہ زندگی کے برعکس خاندانی اور سب سے بڑھ کر جماعتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے انتہائی مصروف تھے۔ وہ ہر وقت خدمت کیلئے مستعد تھے۔ گھر میں واحد مرد ہونے کی وجہ سے گھریلو اور کاروباری مصروفیات بہت تھیں۔تاہم آپ جماعتی خدمات کیلئے وقت نکال لیتے اور تمام کارکنوں میں اپنی فعال اور بشاش طبیعت کے لحاظ سے بہت مقبول تھے۔

28 مئی کو جو دہشت گردی احمدیہ مساجد لاہور میں ہوئی۔ اس میں 87 افرادِ جماعت شہادت کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ ان میں سے ایک عزیزم سردار افتخار الغنی ابن سردار عبدالشکور مرحوم بھی تھے۔عام طور پر آپ جمعہ کی نماز کی ادائیگی بیت النور میں کرتے تھے۔تاہم وقوعہ کے روز آپ اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں گھر سے باہر نکلے ہوئے تھے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے بیت الذکر میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک دہشت گرد کو پکڑنے کی کوشش میں دوسرے دہشت گرد کی گولیوں کا نشانہ بن گئے اور اسطرح شہادت کی عظیم سعادت اور مقام پا گئے ع

یہ رُتبہء بلند ملا جس کو مل گیا

ویسے میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ بیت النور میں ہوتے تو وہاں بھی چونکہ وہ ہمیشہ مسجد سے باہر ڈیوٹی پر مستعد رہتے تھے، کیونکہ خاکسار نے ان کو ہمیشہ مسجد سے باہر گیٹ کے اردگرد مصروف دیکھا تھا۔ وہاں بھی وہ اپنی نڈر طبیعت کی بناء پر اپنی جان پر کھیل جاتے۔

عزیزم افتخار الغنی تقریباً پانچ سال قبل مجلس انصاراللہ ماڈل ٹاؤن کے رکن بنے تھے۔ اور اسکے فعال کارکن تھے۔ اس سے قبل جب آپ خدام الاحمدیہ کے ممبر تھے۔اس تنظیم میں بھی ہمیشہ مستعدی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔اس دور میں مجلس ماڈل ٹاؤن کے قائد انکے چچازاد بھائی سردار نسیم الغنی تھے۔آپ خود اور ان کے جواں سال بیٹے عزیزم شرجیل آفاق ان کے دستِ راست تھے۔اور ہر خدمت کیلئے خندہ پیشانی سے ہمہ وقت حاضر رہتے۔مجلس کی ہنگامی ضروریات اور خاص طور پر مسجد النور کی حفاظت کیلئے پیش پیش رہتے تھے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ جب بھی مسجد النور میں نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے جانا ہوتا تو باپ بیٹے کو بڑی مستعدی سے گیٹ سے باہر ایک چوکس کارکن کی طرح ڈیوٹی دیتے دیکھا۔

عزیزم موصوف نہایت سادہ اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ ان کا گھر چونکہ ہمیشہ رشتہ داروں اور مہمانوں کی آمد کا مرکز رہتا تھا۔اسلئے کاموں کی بہتات تھی۔آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتے۔اور ہر ایک کی مدد کیلئے مستعد رہتے۔ لاہور جیسے شہر میں مہمانوں کو لانا اور لے جانا ایک مستقل کام تھا جسے آپ نجی اور کاروباری مصروفیات کے ساتھ نہایت احسن طور پر بجالانے کی کوشش کرتے۔

عزیزم موصوف میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ اپنے والدین اور خاص طور پر والدہ صاحبہ کے انتہائی فرمانبردار تھے۔ ان کے منشاء اور رائے کو اپنی ذاتی رائے پر ترجیح دیتے۔ اکثر اپنی تکلیف بالائے طاق رکھ کر انکے حکم کو بجالانے کی کوشش کرتے۔ اسکا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے جو ان کی شادی سے متعلق ہے۔عزیزم افتخار کے بڑے بھائی عزیزم فیض الغنی صاحب اپنی شادی کے کچھ عرصہ بعد گھر میں کولر کا کرنٹ لگنے سے اچانک وفات پا گئے۔تمام خاندان کیلئے یہ سانحہ انتہائی کربناک تھا تاہم والدین اور اہلیہ نے مثالی صبر کا نمونہ دکھایا۔اس صبر کا غیروں میں بھی تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا جاتا رہا۔

کچھ عرصہ بعد عزیز موصوف کے والدین نے یہ فیصلہ کیا کہ مرحوم بیٹے کی بیوہ کی

شادی ان سے کردی جائے۔ اسکے لئے انہوں نے بیٹے کی رضامندی چاہی۔ اس عمر میں نوجوانوں کے کئی خواب ہوتے ہیں تاہم آپ نے ایک سعادتمند بیٹے کی طرح ان کی خواہش کی تعمیل کی اور یہ شادی عمل میں آ گئی۔ اور تمام خاندان کیلئے انتہائی مسرت کا باعث ہوئی۔ ایک موقعہ پر موصوف کے والدین نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے اس شادی کا ذکر کیا تو حضور نے اس پر بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور خاندان کے اس دانشمندانہ فیصلہ کی بہت تعریف فرمائی اور کہا کہ بیوہ عورتوں کی گھر میں ہی شادی کیلئے آپ نے بہت عمدہ مثال قائم کی ہے۔ عزیزم موصوف میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ خاندان میں صلہ رحمی کے علاوہ دوسرے لوگوں اور خاص طور پر اپنے والد کے دوست احباب کے ساتھ بہت عزت اور احترام کا برتاؤ رکھتے۔ حتّٰی کہ جس علاقہ میں آپ کا کاروبار تھا وہاں پر انکے دادا ڈاکٹر احسان علی صاحب مرحوم اور والد مرحوم نے جس اچھے تعلقات کی مثال قائم کی تھی آپ نے اسے بدستور قائم رکھا۔ اس علاقہ کے تمام دکاندار اُن کے حسنِ سلوک میں رطب اللسان تھے۔ اور اپنے ہر دکھ درد اور مدد کیلئے ان کی طرف رجوع کرتے۔

سیّدنا آنحضرت ﷺ نے اپنوں کے علاوہ دوسروں سے حسنِ سلوک کے بعض ایسے پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس سلسلہ میں حضور نے ایک مومن کی یہ علامت بھی بیان فرمائی ہے کہ:

اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُوَلِّيَ۔ (مسلم)

کہ انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔

یہ مومنانہ صفت مرحوم میں موجود تھی اور وہ اپنے والد صاحب کے احباب کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے اور عزیزم موصوف میں یہ خوبی وراثت میں آئی تھی۔ خاکسار نے یہ خوبی مرحوم کے والد سردار عبدالشکور صاحب مرحوم اور چچا سردار عبدالسمیع صاحب میں دیکھی کہ انہوں نے اپنے والد مکرم ڈاکٹر احسان علی صاحب مرحوم کے دوستوں کے ساتھ ان کی وفات کے بعد بدستور تعلقات رکھے۔ اور اپنے والد صاحب کی روایت کے مطابق تحائف وغیرہ بھیجتے جس کا اعتراف ان دوستوں کی اولاد بھی علی الاعلان دوسروں کے سامنے مثالی تعریفی رنگ میں کرتی ہے۔

عزیزم موصوف کی شہادت جواں سالی میں ہوئی۔ اسلئے اولاد کی تعلیم اور شادی کی ذمہ داریاں بدستور ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی والدہ اور اہلیہ اور دیگر تمام پسماندگان کا خود کفیل ہو اور انہیں اس شدید صدمہ کو برداشت کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شہادت وقتی غم اور دکھ کا باعث ہے لیکن مرحوم اور ان کے تمام خاندان کیلئے انکے نام کی طرح باعث عزّ و افتخار ہے، آمین۔

شدّتِ غم ہے مگر پاسِ وفا رکھنا ہے

عطاء القدوس طاہر (ٹورانٹو)

آخری سانس تلک ساتھ نبھانا ہے ابھی
قرض کچھ اور بھی باقی ہے، چکانا ہے ابھی

شدّتِ غم ہے مگر پاسِ وفا رکھنا ہے
جشنِ مقتل ہے، گلابوں کو کھلانا ہے ابھی

گرچہ گھیرے ہیں بہت رات کے سائے، پھر بھی
اپنا ایماں ہے کہ سورج نے نکلنا ہے ابھی

موت سستی ہوئی جاتی ہے وطن میں میرے
زندگی تجھ کو مری بن کے گھر آنا ہے ابھی

اب کے آنکھوں سے ٹپکنے نہیں دینا آنسو
مضطرب دل کو بھی اک راز بنانا ہے ابھی

میری مٹی نے بہت پیار سے مانگا ہے لہو
کیسے انکار کروں، مجھ کو بہانا ہے ابھی

یوں نہ ہو دیر، بہت دیر مقدر ٹھہرے
پیار سے پیار کا اک شہر بسانا ہے ابھی

اپنی آہوں کو دعاؤں میں بدل کے طاہر
اپنے بھائیوں کا مجھے سوگ منانا ہے ابھی

خانہء خدا میں خُون کی ہولی

لطف الرحمٰن محمود

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں

مسجد کے حوالے سے، میرے بچپن کی ایک یاد یہ ہے کہ نماز عشاء کے قریب' ایک بارات بڑی دھوم دھام کے ساتھ بھیرہ میں ہماری مسجد کی طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دی مگر یہ بارات ابھی کچھ فاصلے پر ہی تھی کہ اُس کے ڈھول باجے بند کردیئے گئے۔ اور بارات کے مسجد کے سامنے سے گزرنے کے بعد' کچھ فاصلے پر جاکر، دوبارہ ڈھول ڈھمکا شروع ہوگیا۔ مجھے بعد میں یہ تجربہ ہوا کہ اس شہر کی ایک روایت تھی کہ ہر مسجد، اور دوسری عبادت گاہ کے سامنے سے گزرتے وقت، احترام کے طور پر ایسی خاموشی کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان باراتیوں میں سے کوئی شخص بھی ہماری مسجد میں نماز نہیں پڑھتا تھا مگر مسجد کو مسجد سمجھ کر سب نے اس ظاہری احترام کا خیال رکھا۔ سکول کے دنوں کی ایک اور خوشگوار یاد کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ موسم سرما میں' جب سکول صبح 9 سے 4 بجے شام تک ہوتا تھا تو ظہر کی نماز مدرسے میں ادا کی جاتی۔ سکول کے میدان میں سُنّی، شیعہ اور احمدی طلبہ تھوڑے فاصلے پر اپنی اپنی باجماعت نماز ادا کرتے۔ کبھی بھی کسی قسم کی تلخی سامنے نہیں آئی نہ ہی کسی نے ایک دوسرے کو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے پر طعن و تشنیع کی۔ سب ایک دوسرے کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ نماز سے پہلے اور بعد' کلاس روم میں محبت، اپنائیت اور دوستی کا ماحول قائم رہتا۔ یہ مذہبی رواداری کی کیفیت تھی۔ یہ اُن دنوں کا پاکستان تھا۔ پھر امن اور آشتی کے اس گہوارے میں بدقسمتی اور نحوست کی ایک ایسی لہر آئی کہ 1953 اور 1974 میں جماعت احمدیہ کی مساجد کو جلایا اور گرایا گیا۔ بلکہ چند ماہ پہلے یہ خبر آئی تھی کہ ایک مسجد اور گھر سے کلمہ طیبہ کے حروف نہ صرف یہ کہ مٹائے گئے بلکہ توڑ توڑ کر گندی نالیوں میں گرائے گئے !!

جب جنگل میں آگ لگتی ہے تو پھیلتی چلی جاتی ہے اور جب کسی ملک میں جنگل کا قانون چلتا ہے تو پھر اس قسم کی معاشرتی بے انصافی اور ظلم کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکتی اور پھیلتی ہے۔ دو تین عشروں سے پاکستان کی حدود میں موجود مسجدیں، امام بارگاہیں، گرجے، مندر اور دوسرے معبد بار بار مقتل بنے اور تباہ و برباد ہوئے۔ یہ باغ و بہار ملک اب عملاً اس حوالے سے جوالا مُکھی بن چکا ہے۔ خدائی فوجدار، دہشت گردوں اور خودکُش حملہ آوروں کے رُوپ میں عبادتگاہوں میں آگ اور خُون کا کھیل کھیل کر' موت بکھیر رہے ہیں۔ بچپن سے بڑھاپے تک کے اس سفر کی ابتداء میں امن اور محبت کی ایک خوشگوار یاد خیمہ زن ہے مگر دوسرے کنارے پُرغم و اندوہ اور رنج وقلق میں ڈبو دینے والی یادوں کی ایک جنازہ نُما بارات کھڑی ہے۔ اور ظلم یہ ہے کہ یہ سب کچھ خدا اور رسولؐ کے نام پر کیا گیا ہے۔

پاکستان میں اب تک دہشت گردی کی سینکڑوں وارداتیں ہوئی ہیں جن میں ہزاروں جانیں تلف ہو چکی ہیں۔ خودکش حملہ آوروں کی شقاوت اور بربریت کی یہ حالت ہے کہ رمضان میں افطار کے وقت اور مساجد میں نماز جمعہ کے دوران روزہ داروں اور نمازیوں کو بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ اگر ان دہشت گرد عناصر کا آہنی ہاتھ سے مقابلہ کیا جاتا تو ملک میں اس کلچر کو فروغ نصیب نہ ہوتا۔ آنے والا مورّخ جب ان حالات کا تجزیہ پیش کرے گا تو وہ جہادِ افغانستان کے منفی اثرات سے اس کی ابتداء کرے گا اور دینی مدارس میں برین واشنگ' علماء کی تحریر و تقریر میں اشتعال انگیزی' دہشت گردوں کے لئے عدلیہ کا نرم گوشہ، بعض سیاست دانوں کا دہشت گردوں سے گٹھ جوڑ' میڈیا پر ایسے شدت پسندوں کی تحسین و آفرین' تک ان تمام عوامل و محرکات کا ذکر کرے گا۔ پاکستان کے چاروں صوبے اس ظلم کی آماجگاہ

بن چکے ہیں ۔یُوں لگتا ہے کہ مسجدیں ، امن وسکون کی بربادی پر مرثیہ خواں ہیں ۔ یہ دن بھی اسلام کو دیکھنے پڑے ہیں کہ اللہ کے گھروں میں رکوع وسجود کیلئے داخل ہونے والوں کو میٹل ڈیٹکٹرز کے حصاروں سے ہوکر گزرنا پڑتا ہے۔ اس طولانی تمہید کے بعد' میں 28 مئی کو ہونے والی دہشت گردی کی دوہری واردات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ع

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

28 مئی 2010 کا اندوہ ناک سانحہ

اس روز علی الصبح ایک دوست نے ورجینیا سے کال کر کے متوجہ کیا کہ اس وقت دہشت گرد' دارالذکر میں فائرنگ کر رہے ہیں' اسے دیکھئے۔ اس کے بعد واردات کی انتہا تک ٹی وی کے سامنے ہی بیٹھا رہا۔ اس ظلم اور درندگی کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ یہ میری زندگی کا ایک انتہائی افسردہ اور تاریک دن تھا۔ اُس دن لاہور میں جماعت احمدیہ کی دو مساجد (دارالذکر گڑھی شاہو، بیت النور ماڈل ٹاؤن) کو مذہبی دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ میڈیا کے Crews یہ مناظر Live دکھاتے رہے۔ ان مساجد کے فرش خون سے لت پت تھے۔ نماز جمعہ کیلئے آنے والے شہیدوں کی لاشیں صفوں پر بکھری پڑی تھیں۔ ان مساجد کا اندرونی ماحول ایسا نظر آتا تھا کہ گویا انہیں کسی دشمن ملک کی فوج نے تاخت و تاراج کیا ہے۔ اب تک اس سانحے کی تفاصیل اور اعداد وشمار سامنے آ چکے ہیں۔ '' النور'' کے قارئین چونکہ ان کوائف اور تفاصیل سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا میں اس واردات پر اس پہلو سے نظر ڈالنا چاہتا ہوں کہ اُس دن فرشتوں نے کیا دیکھا اور ان بدبخت دہشت گردوں نے کیا دیکھا۔ چشم تصور میں جو خاکے اور نقشے اُبھرے ہیں، وہ سب آپ کی نذر ہیں۔

اہلِ ایمان جمعہ کے دن' عبادت کی نیّت سے مسجد میں خشوع وخضوع کے ساتھ داخل ہوئے۔ وہ جمعہ کا خطبہ سننے' نماز ادا کرنے کیلئے گئے نیز وہ قبولیتِ دُعا کی اس گھڑی کی تلاش میں تھے جو نماز جمعہ کی اذان سے لے کر نماز کے اختتام پر تسلیم کے لمحے کے درمیان گردش کرتی ہے۔ حدیث شریف کے مطابق جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر اُس میں داخل ہونے والے نمازیوں کے نام لکھتے ہیں اور پھر خطبہ شروع ہوتے ہی خطبہ سننے کیلئے مسجد کے اندر چلے جاتے ہیں۔

(جامع الترمذی مترجم جلد اوّل' ابواب الجمعه، اس موضوع پر حضرت ابوہریرہؓ کی روایت 'اعتقاد پبلشنگ ہاؤس ایڈیشن1995)

دارالذکر اور بیت النور میں جب فرشتے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ دہشت گردوں نے دونوں مساجد کے گیٹ پر موجود محافظوں کو شہید کر کے اندر آ کر فائرنگ شروع کر دی ہے۔ ادھر اُدھر گرنیڈ پھینک رہے ہیں۔ امام کا خطبہ سننے کی بجائے اُسے بھی شہید کر دیا اور خطبہ سننے کیلئے متوجہ ہونے والوں کو بھی قتل کرنا شروع کیا۔ ملائکہ نے دعا کرنے والے اور ایثار سے سرشار نمازی دیکھے۔ اخوّت اسلامی کی خوشبو سے معطّر' خود پر اپنے بھائیوں کو ترجیح دینے والے مومن دیکھے۔ یہ نادر جنس دورِ حاضر میں کمیاب بلکہ نایاب ہے۔

جمعہ کی طرح کے بڑے اجتماعات میں' جن فرشتوں کو کچی سبزیوں کی معمولی سی ناخوشگوار بُو سے محفوظ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے' دہشت گردوں نے انہیں بارُود اور دھوئیں کی بدبو سے اذیت دی۔ قرآن کریم میں ایک انسان کے خونِ ناحق کو تمام انسانیت کے قتل کا مترادف قرار دیا گیا ہے۔ (سورۃ المائدہ:33) اس دن 87 انسان قتل کر کے انسانیت کو 87 بار موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ مساجد کی بے حرمتی اور خرابی و بربادی کے مرتکب کو '' اظلم'' کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ (سورۃ البقرۃ:115) ان دہشت گرد سفّاک قاتلوں نے اظلم کا طوق گلے میں ڈالا۔ اس کے باوجود خوش فہمی کا یہ عالم ہے کہ انہیں امید بلکہ یقین ہے کہ ان کیلئے جنت الفردوس میں یاقوت اور مرجان کے محلات تعمیر کئے جائیں گے جہاں غلمان قطار اندر قطار دستہ بستہ کھڑے ہوں گے اور ان محلات کے اندر اطلس وحریر کے خیموں میں 72 فراخ چشم حُوریں آغوش میں لینے کیلئے بے چین ہوں گی!

اُنہیں کیا معلوم کہ ان کا اصل ٹھکانا کہاں ہے اور وہاں کون منتظر ہے؟ فرشتوں نے دونوں مساجد میں آنے والے کئی ہزار نمازیوں کے ناموں کا برکت ورحمت کی دعا کیلئے اندراج کیا۔ ان میں 86 نے جامِ شہادت نوش کیا۔ گھروں کو واپس نہ لوٹے۔ 124 کو گھر جانے کی بجائے، لاہور کے پانچ ہسپتالوں میں علاج معالجہ کیلئے منتقل کر دیا گیا۔ جن میں سے ایک اور کو بعد میں شہادت نصیب ہوئی۔ ایک مسیحی خاکروب نے بھی اُن کے ساتھ جان دی۔

اب ملاحظہ کیجئے کہ دہشت گردوں نے ان مساجد میں کیا دیکھا؟ دہشت گردوں نے پہلے بھی مساجد پر حملے کئے ہیں۔ اور بعض مساجد پر نماز جمعہ کے وقت حملہ کیا گیا۔ مگر اس دفعہ دہشت گردوں نے ایک نیا منظر دیکھا۔ یہاں اُنہوں نے زخمیوں کو کلمہ ءشہادت اور درود شریف کے الفاظ کا ورد کرتے دیکھا اور سنا۔ انہی مبارک الفاظ کے ساتھ ان کی روحوں نے رفیقِ اعلیٰ کی طرف پرواز کی۔ دہشت گردوں نے ان مساجد میں ایسے نمازی بھی دیکھے جو بہادری، شجاعت اور دلیری کے مجسمے تھے۔ نو جوانوں نے گرنیڈ دبوچ کر دوسروں کو بچانے کی کوشش کی۔ ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں نمازیوں نے دو دہشت گردوں کو قابو کر لیا۔ خود کو سورما سمجھنے والے ان کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکے۔ انہوں نے اپنی خودکش Vests سے دھماکہ کرنے کی مقدور بھر کوشش کی مگر جوانوں نے انہیں اس طرح شکنجے میں کسا کہ وہ ایسا نہ کر پائے۔ میڈیا کی رپورٹوں اور سرکاری بیانات میں جس میں عبداللہ اور معاذ کا بار بار ذکر آرہا ہے۔ یہ وہی دہشت گرد ہیں جنہیں احمدی نو جوانوں نے مسجد بیت النور میں قابو کیا اور بعد میں پولیس کے حوالے کیا۔ اس واقعہ کی غیر معمولی اہمیت اور اس کے دُوررَس اثرات اور انکشافات کے پیشِ نظر میں اس کا ایک الگ ذیلی عنوان کے تحت ذکر کروں گا۔

یہ دہشت گرد ''برین واشنگ'' کے نتیجے میں ایک ''بے رُوح'' روبوٹ کا کام کررہے تھے۔ دارالذکر کے مینار سے فائرنگ کرنے والے دہشت گرد کی سیل فون پر اپنے ''باس'' سے گفتگو نیچے ایک احمدی نے ان الفاظ میں سُنی:

''میرا تو حج ہو گیا ہے۔ اب اگر میں مر بھی جاؤں تو خیر ہے۔ میرے والدین کو رقم ادا کر دینا۔''

''کرائے کے قاتلوں'' کے اس قسم کے ''حج'' سے ایک نئے اسلام اور ایک نئی شریعت کی بات سامنے آتی ہے۔ قرآن وسُنّتِ مصطفویؐ کے حج کے دوران تو سر کی جُوں حتّٰی کہ چیونٹی تک کو نہیں مارا جاتا۔ یہاں یہ ''حاجی'' مساجد میں اُن کلمہ گو اہلِ ایمان کو گولیوں سے بُھونتے رہے جن کے لب پر درود وسلام ہے

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں　　ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

ملک میں امن وامان قائم رکھنا اور تمام شہریوں کی جان، مال، عزت، آبرو کی حفاظت پولیس کے فرائض میں شامل ہے۔ بدقسمتی سے عبادت گاہیں جنہیں سب سے زیادہ محفوظ ومحترم ہونا چاہیئے وہ دہشت گردوں کا پسندیدہ ٹارگٹ بن چکی ہیں۔ سرکاری خُفیہ ایجنسیوں کو، اس حوالے سے، جو اطلاعات ملتی ہیں۔ وہ صوبائی حکومتوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کو ایک عرصہ سے دھمکیاں موصول ہو رہی تھیں۔ حکومت سے ان خطرات کے پیشِ نظر رابطہ قائم کیا گیا۔ فیڈرل گورنمنٹ نے بھی حکومت پنجاب کو احمدیوں کی مساجد پر ممکنہ حملے کے خطرات کے بارے میں آگاہ کیا۔ توقع تھی کہ پولیس غیر معمولی حفاظتی تدابیر اختیار کرے گی مگر وہی معمول کی پولیس تھی اور حملے کے وقت وہ بھی اپنی جان بچانے میں لگ گئے۔ جب مسجد میں فائرنگ کے وقت پولیس سے رابطہ کیا گیا تو پولیس تاخیر سے پہنچی۔ ایلیٹ فورس اور بکتر بند گاڑیاں بھی دیر سے موقع پر پہنچیں۔ پھر پولیس کے اہلکاروں سے دہشت گردوں کا فائرنگ کا تبادلہ بھی جاری رہا۔ تقریباً ساڑھے پانچ بجے ان اہلکاروں نے اپنے کامیاب ایکشن کے ختم ہونے کا اعلان کیا۔

عام مشاہدہ یہی ہے کہ دہشت گرد اپنے ٹارگٹ پر تھوڑے وقت کیلئے رُکتے ہیں۔ چند منٹ میں واردات مکمل کر کے، جلد ہی موقع سے فرار ہو جاتے ہیں مگر اب کی بار

دہشت گرد خلافِ توقع اپنے ٹارگٹ پر دواڑھائی گھنٹے موجود رہے۔ بتایا گیا ہے کہ دارالذکر میں دہشت گرد مسجد میں بکھری ہوئی لاشوں میں ایسے زخمیوں کو ڈھونڈتے رہے جو اُس وقت تک زندہ تھے، انہیں چُن چُن کر شہید کیا گیا۔ پھر اس اطمینان کی وجہ سے یہاں خودکش بمباروں کو خود کو اُڑانے کا موقع بھی مل گیا جس کی وجہ سے مزید جانی نقصان ہوا۔ پولیس اور ایلیٹ فورس کے آنے کے بعد بعض دہشت گردوں کو فرار ہونے کا موقع بھی مل گیا۔ پولیس کے اہلکار اگر بروقت پہنچ کر مداخلت کرتے اور زخمیوں کو جلد ہسپتالوں میں پہنچاتے تو خون ضائع ہونے سے زخمیوں کی حالت تشویشناک حد تک خراب نہ ہوتی اور بروقت طبی امداد سے بعض کی جانیں بچائی جاسکتیں۔ اخبارات اور میڈیا نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ 28 مئی کو کوئی سینئر پولیس افسر اپنی سیٹ پر ہی موجود نہ تھے۔ یہ غیر حاضری بھی تاخیر کا سبب بن گئی۔ میڈیا نے یہ خبر بھی دی کہ دہشت گرد ان مساجد پر حملہ سے قبل رائے ونڈ میں آٹھ دس دن ٹھہرے۔ پولیس نے پہلے یہ بیان دیا کہ رائے ونڈ میں اسلحہ مہیا کرنے والے شخص کو حراست میں لے لیا گیا ہے۔ اس شخص سے مزید اسلحہ اور بارود برآمد کرلیا گیا ہے۔ یہ خبر سُن کر بعض سیاسی ناقدین نے رائے ونڈ کو ''اسلحہ کا ڈپو'' قرار دیا۔ مگر 24 گھنٹے کے بعد پولیس نے یہ ''اطلاع'' واپس لے لی۔ یہ صورتِ حال'' رائے ونڈ شریف'' کو مزید پُراسرار بنا دیتی ہے۔

شہداء کی ربوہ میں تدفین

اگرچہ لاہور کے قریب ہی گوجر ہانڈو میں جماعت کا قبرستان موجود ہے مگر جماعت کے عمائدین نے یہی فیصلہ کیا کہ شہداء کو ربوہ میں دفن کیا جائے۔ ان میں 28 شہداء نظامِ وصیت میں شامل تھے۔ تدفین کے حوالے سے ان کی آخری منزل ربوہ ہی تھی۔ سرِ دست تمام شہداء قبرستان عام میں امانتاً سپرد خاک کئے گئے ہیں۔ ربوہ میں تدفین کیلئے منتظمین نے رضا کاروں کی متعدد ٹیموں کو ذمہ داریاں سونپیں۔ 300 رضا کاروں نے رات دن کام کر کے 29 مئی کی صبح تک 100 کے لگ بھگ قبریں تیار کرلیں۔ دارالصناعہ کے والنٹیئرز نے نعشوں کیلئے صندوق تیار کئے۔ شہداء کے ورثاء اور لواحقین کے قیام و طعام کا خیال رکھا گیا۔ نعشوں کو ٹھنڈے ماحول میں رکھنے کیلئے برف کا انتظام کیا گیا۔ 75 موٹر سائیکل سواروں کے علاوہ تقریباً 150 خدام کئی اور مقاصد کیلئے ڈیوٹی پر رہے۔ انصاراللہ کے ہال اور میدان میں نماز جنازہ ادا کی جاتی رہی ہے۔ اہلِ ربوہ نے انصاراللہ کے ہال ہی میں بڑے صبر و تحمل سے منظم انداز میں اپنے شہیدوں کا آخری دیدار کیا اور وہاں سے گروپس میں نعشیں قبرستان منتقل کی جاتی رہیں۔

یہ اہلِ وفائے ربوہ کا حوصلہ تھا جو مسلسل چار دن تک اپنے شہیدوں کو دفناتے رہے اور کلمہء صبر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کے وِرد کے ساتھ رضا بالقضا ہونے کا عملی ثبوت دیا۔ ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی محترم صاحبزادہ، مرزا خورشید احمد صاحب نے شہداء کے جنازے پڑھائے اور تدفین کے بعد ہر بار خود قبروں پر دعا بھی کروائی۔ اب تک اہلِ ربوہ شہیدوں کی بلندیٔ درجات کیلئے ان کے مزاروں پر دعا کیلئے بکثرت حاضر ہوتے ہیں۔ کئی ٹی وی چینلز نے تدفین کے مناظر دکھائے۔ بیرونی ممالک کے اخبارات وجرائد نے بھی یہ تصاویر شائع کیں۔ واشنگٹن پوسٹ کی اشاعت میں پورے صفحے کا ایک مضمون دیا گیا ہے۔ اس میں ربوہ میں قبروں کی کھدائی کے منظر کے علاوہ دارالذکر میں نماز کا منظر بھی دکھایا گیا ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ 28 مئی کے بعد آنے والے جمعہ کے روز لاہور میں جماعت احمدیہ کے افراد نے چار مقامات (دارالذکر، بیت النور، بیت التوحید اور احمدیہ مسجد دہلی دروازہ) پر نماز جمعہ ادا کی۔ (روزنامہ الفضل 16 جون 2010 صفحہ 2) مسیحِ زماں کی بہادر جماعت تیری استقامت کو سلام!!

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تمام شہداء اور دیگر متاثرین کے گھروں میں بنفسِ نفیس فون کر کے تعزیت اور تلقین صبر کی۔ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی اسی خدمت کا اعادہ کیا۔

یہاں میں ایک شہید محمد اشرف بھلر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ موصوف 47 سال کی عمر میں ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں شہید ہوئے۔ شہید مرحوم کے اعزہ واقارب نے

انہیں اپنے گاؤں تارو گل (نزد رائے ونڈ) دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔ ممکن ہے بعض بزرگان خاندان عمر رسیدہ ہوں' ان کا بغرضِ دعا قبر تک پہنچنا نسبتاً آسان ہوگا یا کوئی اور وجہ ہوسکتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ دیہی علاقوں میں برادری' رشتہ داری یا مروّت کی وجہ سے شہروں والے تعصّبات محو ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ شہید مرحوم کی نماز جنازہ گاؤں کی مسجد کے امام' مولوی نعامت صاحب (غالباً نعمت) نے پڑھائی جس میں غیر از جماعت شرفاء نے بھی شرکت کی۔ یہ خبر سُن کر دوسرے مقامات سے مولوی مُلّاں تارو گل پہنچ گئے اور عوام و خواص کو "عالمِ بالا" کی یہ خبر سنائی کہ جن مسلمانوں نے محمد اشرف بھلر کا جنازہ پڑھا ہے اُن کے نکاح ٹوٹ چکے ہیں اور اُن کے ایمان کا جنازہ نکل چکا ہے۔ یہ تشویشناک خبر سُن کر ایسے تمام متاثرین کلمہ پڑھ کر' ازسرِ نو حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور سب نے نکاح کی تجدید بھی کروائی۔ معلوم ہوا کہ بعض بڈّھے ٹھیرے بھی، ہانپتے کانپتے، لاٹھی ٹیکتے، ایک دفعہ پھر ایجاب و قبول کیلئے حاضر ہوئے

کہتے ہیں عمرِ رفتہ کبھی لوٹتی نہیں   جا میکدے سے میری جوانی اُٹھا کے لا

مُلّا کے پاس جب تک فتوے کی مشین موجود ہے' ایسے واقعات ہوتے رہیں گے!!

ردِّ عمل کی توقعات

میڈیا کا جرنلزم کے میدان میں لمبا چوڑا تجربہ ہے۔ اپنے تجربات و مشاہدات کے پیشِ نظر' 90 کے لگ بھگ شہید دفنانے کے بعد ایک سخت ردِّ عمل کی توقع تھی۔ اس "رَدِّ عمل" کو Cover کرنے کیلئے کئی نیوز چینلز اپنے ساز و سامان اور عملہ کے ساتھ چناب نگر یعنی ربوہ تشریف لائے اور ادھر اُدھر "ردِّ عمل" تلاش کرتے رہے۔ ربوہ میں نہ کوئی احتجاجی جلسہ ہوا نہ جلوس نکلا، نہ نعرہ زنی ہوئی نہ ہی توڑ پھوڑ۔ ایک شخص بھی جلاؤ گھیراؤ کیلئے باہر نہیں نکلا۔ ربوہ میں سڑکیں موجود ہیں۔ مگر ان پر ٹائر جلا کر کسی نے ٹریفک نہیں روکی۔ نہ کہیں سیاہ پرچم لہرایا گیا نہ سیاہ جھنڈوں کے ساتھ احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں۔ میڈیا والے ربوہ میں اس "رَدِّ عمل" کو دیکھنے آئے تھے مگر اس کا نام و نشان بھی نہ ملا۔ مرد و زن' بوڑھا بچہ، جوان غرض اس شہر کے تمام احمدی، صبر کے پیکروں اور رضا بالقضا کے مجسّموں کی صورت ادھر اُدھر رواں دواں تھے۔ ہر ایک کی زبان پر دعا تھی اور تلقینِ صبر کے الفاظ۔ اگر کسی صحافی اور اینکر نے اس حوالے سے کریدنا چاہا تو یہی جواب ملا۔ ہمارا مقدمہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں دائر ہے' ہم ربّ العزّت سے انصاف چاہیں گے، ہمارے قادر و قیوم خدا نے ہمیشہ ہمارے ساتھ انصاف کیا ہے' ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا ہے' ہمیں صبر کی توفیق دی ہے۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ یہ سب کچھ دیکھ اور سُن کر میڈیا حیران سا ہوا کہ پاکستان میں ایک ایسا شہر بھی ہے جہاں چار دن تک بے گناہ لوگوں کی لاشیں دفنانے کے بعد بھی کوئی احتجاج یا مظاہرہ نہیں ہوا۔ کسی درخت کا ایک پتہ نہیں ٹوٹا اور نہ ہی کوئی تنکا ادھر سے اُدھر ہوا۔ پہلے دن کی تدفین کے بعد میڈیا والوں نے جب محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی سے ردِّ عمل کے بارے میں سوال کیا تو میاں صاحب نے جواب دیا کہ ہمارا ردِّ عمل قرآن مجید میں درج ہے۔ ہم اس آیت قرآنی پر عمل کریں گے۔ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:156)

قرآنِ کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ایسے "کافر" اور "واجب القتل"، ہمیں کسی اور شہر اور قصبے میں بھی دکھا دیجئے!

تقریباً ایک ماہ بعد لاہور میں "داتا دربار" پر بھی خود کش دہشت گردوں نے ایسی ہی واردات کی۔ اس میں 175 زائرین زخمی ہوئے۔ 50 کے لگ بھگ عبادت گزار جاں بحق ہوئے۔ ہم تو ایک خونِ ناحق کو بھی بہت بڑی بربریت، شقاوت اور معصیت سمجھتے ہیں۔ ردِّ عمل اور احتجاج کے نام پر کیا کچھ نہیں ہوا۔ ملک بھر میں شٹر ڈاؤن ہڑتال، جلسے، جلوس، ریلیاں۔ لاہور میں داتا دربار کے باہر جلاؤ، گھیراؤ، پولیس اور میڈیا والوں کی گاڑیوں پر پتھراؤ، مطالبات' سیاسی اور مذہبی لیڈروں کی آپس میں دوڑ لگ گئی۔ پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ' لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور دوسری اہم شخصیات نے داتا دربار حاضر ہو کر عوام کے جذبات کی ترجمانی کی۔ ہر طرف سے بیانات جاری کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ پنجاب اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر جناب ظہیر الدین نے کہا کہ داتا دربار پر حملہ "نائن الیون" سے بھی بڑا سانحہ ہے! قرائن

سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ درست ہے۔ سلیم اختر نامی داتا دربار کا ایک والنیٹیر بھی اس دہشت گردی میں جاں بحق ہوا۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سرگودہا میں واقع اس کے گاؤں پہنچے۔ 30 لاکھ روپے کے امدادی چیک کا اعلان کیا۔ گاؤں تک پکی سڑک بنوانے کا وعدہ کیا۔ سلیم اختر مرحوم کے گاؤں میں ایک گرلز سکول اور ایک کلنک بھی قائم کیا جائے گا۔ اس کے بھائی کو سرکاری ملازمت دی جائے گی اور اس کے بچوں کو سرکاری خرچ پر تعلیم اور بیماری کی حالت میں مفت علاج کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ (روزنامہ نوائے وقت 3 جولائی 2010) ابھی علمائے کرام کی طرف سے رَدِّ عمل کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ مطالبہ بھی سامنے آیا ہے کہ دہشت گردوں کو بے نقاب کیا جائے اور اُنہیں ''سرِ عام پھانسی'' دی جائے! اسلام آباد تک ایک ''لانگ مارچ'' کا پروگرام بھی تیار کر لیا گیا ہے۔

عمائدین کی طرف سے تعزیت وعیادت

لاہور میں دہشت گردی کے اس سانحہ کی خبر سُن کر جماعت احمدیہ کے افراد کے دل چھلنی ہو گئے۔ مُحبِّ وطن شہریوں نے شرافت اور ہمدردی کا اظہار کیا اور اس بربریت کی مذمّت کی۔ دور دراز ممالک کی اہم شخصیات اور بین الاقوامی میڈیا نے قلق اور دکھ کا اظہار کیا۔ پاکستان کے صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم نے بھی اپنے بیانات میں اس سانحہ کی مذمّت کی اور تحقیق کا حکم دیا۔ پنجاب کے گورنر، سلمان تاثیر صاحب، نے مسجد دارالذکر میں خود تشریف لا کر تعزیت کی۔ وزیرِ داخلہ رحمان ملک صاحب مسجد تو نہیں آئے مگر جناح ہسپتال پہنچ کر زخمیوں کی عیادت کی۔ معلوم ہوا ہے کہ تحریکِ انصاف کے سربراہ، عمران خان صاحب نے بھی زخمیوں کی عیادت کی۔ مسلم لیگ (ن) کے عمائدین نے بھی دہشت گردی کی اس واردات کی مذمّت کی۔ پارٹی کے سربراہ، میاں نواز شریف صاحب نے اپنے بیان میں' احمدیوں کیلئے'' بھائی اور بہن'' کے الفاظ استعمال کئے۔ انہوں نے یہ الفاظ، ایک ہی ملک کے شہری ہونے کے ناطے سے استعمال کئے جو شدّت پسند علماء پر بہت گراں گزرے۔ الیاس چنیوٹی صاحب نے جو مسلم لیگ (ن) کے پنجاب اسمبلی میں ایک رکن بھی ہیں' نواز شریف صاحب سے یہ الفاظ واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ اس واقعہ اور مطالبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ''مولانا'' صاحبان' حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ اور سُنّت سے کس حد تک واقف ہیں۔ ''میثاقِ مدینہ'' آج بھی اپنے اصل الفاظ میں سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست مدینہ کے تمام شہریوں کیلئے، جن میں یہود بھی شامل تھے'' مِلّتِ واحدہ'' کے الفاظ لکھوائے تھے۔ چند سال بعد جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ حاضر ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ میں اُنہیں اپنے رنگ میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ یہ کس قسم کے علماء ہیں کہ'' بھائی بہن'' جیسے الفاظ کے سیاسی استعمال پر بھی ان کی طبیعت دِگرگوں ہو جاتی ہے۔

مجھے ان سیاسی مولویوں کی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے دُوری اور مہجوری پر کوفت ہوتی ہے۔ چلیئے میں ایک لمحے کیلئے مان لیتا ہوں کہ پاکستان میں ہمارا مقام ومرتبہ'' اہلِ ذمہ'' کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذِمّی کو ناحق قتل کیا' تو حضورؐ بروزِ حشر ایسے ذِمّی کا مقدمہ اُس مسلمان کے خلاف لڑیں گے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بڑا واضح ہے کہ کسی ذِمّی کو ناحق قتل کرنے والا جنت کی خوشبو نہیں سونگھ پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو 40 میل کی مسافت سے بھی سونگھی جاسکتی ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاری مترجم اُردو۔ جلد دوم۔ کتاب الجھاد والسیر۔ صفحہ 227/226 اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ دھلی)

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، بیرونی ممالک میں بھی اس ظُلم کے خلاف آواز اُٹھائی گئی۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے اس بربریت کی مُذمّت کی۔ یوروپین یونین، ایمنسٹی انٹرنیشنل، امریکہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، ہیومن رائٹس واچ، وغیرہ نے بھی اس سانحہ کی مُذمّت کی۔ رُوس کے وزیرِ اعظم پوٹن، کینیڈا کے بعض وزراء، جاپان کی وزارتِ خارجہ کے ڈائریکٹر جنرل، اور دنیا بھر سے اور بہت سے لیڈروں اور تنظیموں نے دہشت گردی کی اس افسوسناک واردات کا نوٹس لیا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ برطانیہ میں پاکستان ہائی کمشنر واجد شمس الحسن صاحب نے، محمد نفیس زکریا، قونصل جنرل کی معیت میں' 2 جون 2010 کو مسجد فضل تشریف لا کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی اور 28 مئی کے سانحہ پر تعزیت کی۔ حضور انور نے اظہارِ تعزیت پر، سفیر محترم کا شکریہ ادا کیا۔

ملک کے اندر اس قسم کے واقعات اور بیرونی ممالک میں دہشت گردی کی وارداتوں کیلئے منصوبہ بندی' اور عدالتوں میں زیرِ سماعت مقدمات کی وجہ سے پاکستان کا تشخص پہلے ہی کافی مجروح ہو چکا ہے اب اس میلان ورجحان کے سدِّ باب کی اشد ضرورت ہے۔

میڈیا کا کردار

پاکستان کا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا، اِلّا ماشاءاللہ، ماضی میں جماعت احمدیہ سے بُغض اور تعصّب یا کم از کم لاتعلقی کا مظاہرہ کرتا آیا ہے۔لیکن اس سانحہ کے بعد' میڈیا کو اس خبر کی صحیح رپورٹنگ کی توفیق ملی۔ خاص طور پر متعدد مشہور ٹی وی چینلز نے اس خبر کو نمایاں رنگ میں پیش کیا۔اس موضوع پر ٹاک شو کا انعقاد کیا اور جماعت کے رہنماؤں اور ترجمانوں کی بات بھی پہلی مرتبہ عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔میڈیا کے نمائندوں نے ربوہ جا کر تدفین کے مناظر فلم بند کئے۔ٹاک شوز کے حوالے سے اتنا ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ محبِّ وطن اور قیامِ امن کے متمنّی دانش وروں نے جماعت احمدیہ کے افراد سے ہمدردی کا اظہار کیا اور قائدِاعظم کے پاکستان' آئین اور حقوق انسانی کی بات کی اور دہشت گردی کے محرکات واسباب کا تجزیہ کیا۔لیکن بعض ٹاک شوز میں مدعوعلمائے کرام، اس موقع پر بھی فتوے جاری کرنے سے نہ چُوکے،حقائق کو مسخ کرنے کی پوری کوشش کی۔ بلکہ احمدیوں کے ''واجب القتل'' ہونے کا اعلان کر کے، دہشت گردوں کو مزید قتل وغارت پر اُکساتے رہے ع

''تو مشقِ ناز کر خونِ دوعالم میری گردن پر''

اردو کی نسبت انگریزی اخبارات وجرائد نے بلند نظری کا مظاہرہ کیا اور جماعت احمدیہ کی مظلومیت کے حق میں تحریریں اور آراء شائع کیں۔ٹی وی چینلز کی ''آئینی مجبوریاں'' بار بار سامنے آتی رہیں۔اُن کے نیوز کاسٹروں کو احمدیوں کی مساجد کو ''مسجد'' کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔اور نہ ہی نمازیوں کو ''نمازی'' کہہ پائے۔''شہید'' کہنا تو بہت بڑی بات تھی۔''ہلاک'' کا لفظ ہی استعمال کیا گیا۔ایک بہت بڑی شخصیت نے شہیدانِ مساجد کیلئے ''جو مر گئے'' کے الفاظ استعمال کر کے اپنی ''عالی ظرفی'' کا ثبوت دیا۔تقریباً ایک ماہ بعد، داتا دربار میں دہشت گردی کی واردات میں،مزار کے گنبد پر بسیرا کرنے والے بعض کبوتر بھی ان دو خودکش دھماکوں کا شکار ہو گئے۔ان کبوتروں کیلئے تو ''شہید'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔مگر ''کلمہ شہادت'' اور ''درود شریف'' پڑھتے پڑھتے خانۂ خدا میں جان دینے والوں کیلئے،قوم کے لیڈر کو ''جو مر گئے'' کے الفاظ میسر آئے!!غم وحُزن کی ان کیفیات کے باوجود،بعض اخبارات، روایتی عصبیت اور مُلّا نوازی سے بچ نہ پائے۔اکثر نیوز چینلز نے یہ خبر دی کہ دارالذکر اور بیت النور کی مساجد پر حملہ کرنے والوں نے چند دن تک ''رائے ونڈ'' میں قیام کیا۔صاف ظاہر ہے کہ وہاں رہ کر منصوبہ بندی کرتے رہے۔روزنامہ نوائے وقت نے ''رائے ونڈ'' کا نام لینے کی بجائے یہ لکھنا زیادہ مناسب سمجھا کہ دہشت گرد اُس مقام پر ٹھہرے، جہاں سے وفودِ تبلیغ کیلئے پاکستان کے تمام شہروں کو جاتے ہیں!!رائے ونڈ کا نام لکھنے میں کیا مجبوری حائل تھی؟اس صورت حال پر مجھے سلمان تاثیر صاحب کا ایک ''لطیفہ'' یاد آ گیا ہے۔موصوف نے کہا ہے کہ جس طرح ایک نئی نویلی دُلہن اپنے شوہر کا نام لیتے وقت شرماتی ہے۔اسی طرح حکومتِ پنجاب' جنوبی پنجاب کے طالبان کا نام لیتے وقت ہچکچاتی اور گھبراتی ہے!

زندہ دلانِ لاہور کے نئے انداز

لاہور کے شہریوں کو' جہاں یہ خون کی شرمناک ہولی کھیلی گئی،بعض حوالوں سے ''زندہ دلانِ لاہور'' کہا جاتا ہے۔مگر اس سانحے کے بعد' اس شہر کے کچھ باشندوں نے ''مردہ دل'' ہونے کا ثبوت دیا۔ایک صوفی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ع

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے، سجناں وی مرجاناں

یعنی دشمنوں کے مرنے پر بغلیں نہیں بجانی چاہئیں کیونکہ جلد یا بدیر عزیزوں، رشتہ داروں اور دیگر دوست احباب کی بھی باری آنے والی ہے۔مگر دہشت گردی اور دہشت گردوں کی ہمدردی اور موافقت ایک ایسا کوڑھ ہے جو قلب ونظر کو متاثر کر کے، اعلیٰ انسانی جذبات کی لطافت کا خاتمہ کر دیتا ہے۔لاہور کے ایسے شہریوں نے احمدیہ

مساجد میں قتل وغارت پر خوشی منائی۔اپنے سیل فونوں پر مبارکباد کے پیغامات کا تبادلہ کیا۔اس سنگدلی کی انتہاء یہ ہے کہ ان مساجد سے نمازیوں کی 86 لاشیں اُٹھائے جانے کی خوشی میں مٹھائی بانٹی اور کھائی گئی۔ مجھے اہلِ لاہور سے اس قسم کی کمینگی کی توقع نہیں تھی مگر یکم جولائی 2010 کو بی بی سی کی اردو سروس پر ظہیر الدین بابر نے اپنی رپورٹ میں اس خبر کی تصدیق کردی۔ایک امریکی اخبار کے نمائندے نے لاہور میں گھوم پھر کر بعض لوگوں کے تاثرات جمع کئے۔اخبار میں یہ تاثر بھی درج ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ احمدی اسی سلوک کے مستحق تھے۔ جو کچھ ہوا ہے بالکل درست ہے۔ یہ لوگ شیطان کی پُوجا کرتے ہیں۔(ملاحظہ فرمائیے واشنگٹن پوسٹ، 22 جون 2010 صفحہ 9) اپنی عبادت پر گھمنڈ کرنے والے لاہور کے معصوم اور زندہ دل لوگو! بے شک ہمیں قتل کرو، ہمارے بے گناہ اور بے ضرر زخمیوں سے ہسپتال بھر دو مگر جس ''رحمان'' کی ہم عبادت کرتے ہیں اُسے شیطان تو نہ کہو!! یہ ایسی گستاخی ہے جو شہروں کو ویران کر دیتی ہے!!

شاید ہی کوئی صحیح العقل انسان کسی کی تباہی اور بربادی پر جشنِ مُسرّت برپا کرنے کو اچھا خُلق تصور کرتا ہو۔افسوس کہ دُنیا کے سب سے پُرامن اور انسانیت پرور دین کے معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے منسوب ہونے والے بعض لوگ اس پستی کا فخر ومباہات سے اظہار کرنے لگے ہیں۔ مجھے آج بھی ٹی وی سکرین پر دکھائے جانے والے وہ مناظر یاد ہیں جب (11 ستمبر 2001 کے دن) ''نائن الیون'' کی دہشت گردی میں ہزاروں ہلاکتوں کی خبر نشر ہوئی تو فلسطین اور بعض اور عرب ممالک کے دارالحکومتوں میں خوشی منائی گئی، مبارکبادوں کا تبادلہ ہوا، حلاوے اور بقلاوے کھائے اور بانٹے گئے۔گردشِ ایام کو ذرا پیچھے لے جایئے۔مدینہ منورہ میں ایک یہودی کا جنازہ گزرنے پر حضرت نبی کریم ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے۔یہ کیسے اُمّتی ہیں جو لاشیں گرنے اور جنازے اُٹھنے پر دھمال اور بھنگڑا ڈالتے ہیں!! یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ان عناصر کی طرف سے لاہور میں مقیم پُرامن احمدیوں کو اس قسم کی دھمکیاں بھی دی جارہی ہیں کہ درج ذیل میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلو:

(1) اسلام قبول کرلو (2) پاکستان سے کسی اور ملک ہجرت کر جاؤ یا (3) مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

کیا حضرت قائداعظم نے 11 اگست 1947 کو اپنی تقریر میں اسی پاکستان کا خاکہ پیش کیا تھا؟ کیا 23 مارچ 1940 کو لاہور میں ایسے ہی پاک وطن کے قیام کا مطالبہ کیا گیا تھا؟ لاہور سب کچھ بھول گیا ہے۔۔۔''نہیں ریساں شہر لاہور دیاں''!

علماء اور مذہبی جماعتوں کا رویّہ

لاشیں گرنے اور جنازے اُٹھنے پر خوشی منانے اور مٹھائی کھانے کھلانے سے بھی بدتر کام اسی شہر لاہور میں ہوا ہے۔13 مذہبی اور سیاسی پارٹیوں نے ایک خاص میٹنگ کا انعقاد کیا جس میں یہ الزام لگانے کا فیصلہ کیا گیا کہ ''قادیانیوں'' کی عبادت گاہوں میں جو دہشت گردی کی وارداتیں ہوئی ہیں یہ انہوں نے خود کروائی ہیں۔یہ ان کا اپنا منصوبہ تھا۔وہ اس کُشت وخون کا ڈرامہ کرکے قومی اسمبلی کی ترمیم اور جنرل ضیاء الحق کے آرڈیننس سے متعلق قوانین کو منسوخ کروانا چاہتے تھے۔یاد رہے کہ یہ میٹنگ مجلس احرارِ اسلام کے دفتر واقع مسلم ٹاؤن میں منعقد ہوئی۔اس میں مجلس احرار اسلام کے علاوہ جماعت الدعوہ، جمعیتِ علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) جماعتِ اسلامی، مرکزی جماعت اہلِ سُنّت، مجلس ختم نبوت، وغیرہ جماعتوں نے شرکت کی۔مولانا زاہد الراشدی نے یہ بیان پڑھ کرسنایا۔اس قسم کا بیان ایک انتہائی بدنیّت، ظالم اور بددیانت انسان ہی جاری کرسکتا ہے۔اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے سازش کرکے ان آٹھ دس سادہ لوح نوجوانوں کو اپنے جال میں پھانسا، انہیں وزیرستان دہشت گردی کی ٹریننگ کیلئے بھجوایا۔ پھر انہیں رائے ونڈ سے اسلحہ اور بارود جمع کرنے کی ہدایت کی۔اُسی ''مرکز تبلیغ'' میں ان دہشت گردوں نے اپنے منصوبے کو آخری شکل دی۔اور ان کے ذریعے اپنی دو مساجد میں اپنے ہی 90 کے لگ بھگ نیک اور بے گناہ لوگ قتل کروائے۔جب ان دہشت گردوں میں سے دو خودکش حملہ آوروں نے خود کو اُڑانا چاہا۔تو احمدی نوجوانوں نے خود کو خطرے میں ڈال کر، انہیں قابو کرلیا۔اور بعد میں پولیس کے حوالے کردیا تاوہ جماعت احمدیہ کی اس ''سازش'' کو بے نقاب کریں!! مگر یہ دہشت گرد کچھ ایسے ''ناخلف'' ثابت ہوئے کہ تحریک طالبان اور دیگر حلیفوں کے پول کھول رہے ہیں اور انہیں گرفتار کروا رہے ہیں اور ''سازش'' تیار کرنے والے ''قادیانیوں'' کا نام تک نہیں لیتے۔عقاید ونظریات کے اختلاف کی بنیاد پر بنائے جانے والے کذب وافتراء

کے ایسے افسانوں سے انصاف پسند تجزیہ کار کا جی متلانے لگتا ہے۔ ایسی ''ذہانت'' پر لعنت جس پر یہ مثل صادق آتی ہو'' اندھے کو اندھیرے میں بہت دُور کی سُوجھی''۔ جماعت اسلامی (جو شروع ہی سے قیام پاکستان کی مخالف رہی ہے اور پاکستان کے معرضِ وجود میں آجانے کے بعد' وہ اسلام کے مقدس نام کا استحصال کر کے یہاں ایک'' فاشسٹ سٹیٹ'' قائم کرنا چاہتی ہے) خاص طور پر اس پروپیگنڈے میں ملوّث نظر آتی ہے۔ جماعتِ اسلامی کے سیکرٹری جنرل' لیاقت بلوچ' کا یہ بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ اینٹی احمدیہ قوانین کو ہرگز منسوخ یا تبدیل نہیں ہونے دیا جائے گا (ملاحظہ فرمایئے اخبار'' دی نیوز'' 18جون2010) جماعت اسلامی کے امیر، سیّد منور حسن صاحب نے لاہور میں نماز جمعہ کے خطبہ میں اسی شر انگیز پروپیگنڈے کو ایک دھمکی کی شکل دی ہے۔ سیّد صاحب فرماتے ہیں کہ اگر احمدیوں نے اپنے آپ کو'' غیر مسلم اقلیت'' تسلیم نہ کیا تو ان کے خلاف ایک نئی تحریک چلائی جائے گی۔ موصوف نے حکومت پاکستان کو بھی تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کی توہین رسالت اور دیگر غیر آئینی سرگرمیوں کا محاسبہ کرے (دیکھئے روزنامہ ڈان، 21جون2010)

مسجد بیت النور کے نمازیوں کی ایک تاریخی خدمت

28مئی کو دہشت گردوں کی فائرنگ کے دوران ماڈل ٹاؤن کی مسجد نور کے چند نوجوان نمازیوں کو اللہ تعالیٰ نے جرأت اور بہادری کا ایک فقید المثال مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس مسجد میں عبداللہ اور معاذ نامی دو دہشت گردوں کو قابو کرنے کی کوشش میں کامیاب ہوئے اور انہیں اپنے بازوؤں کے شکنجے میں کچھ اس طرح کسا کہ مقدور بھر کوشش کے باوجود دہشت گرد اپنی خودکش Vests نہ پھاڑ سکے اور خود کو اُڑانے میں ناکام رہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارالذکر کی نسبت ماڈل ٹاؤن کی مسجد میں نسبتاً کم نقصان ہوا ہے۔ دارالذکر میں کم از کم دو دہشت گردوں نے نمازیوں کے درمیان خود کو دھماکے سے اُڑا دیا ہے۔ بیت النور سے حراست میں لئے جانے والے دونوں دہشت گردوں کو پولیس حکام کے حوالے کر دیا گیا۔ اگر چہ پولیس نے انہیں گرفتار کرنے کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی مگر یہ حقیقت میڈیا کے علم میں ہے کہ ان دہشت گردوں کو احمدی نمازیوں نے حراست میں لیا اور پولیس کے حوالے کیا۔

عبداللہ اور معاذ کی گرفتاری اور پولیس حکام کو حوالگی غیر معمولی اہمیت کی حامل ثابت ہوئی۔ پولیس نے ان سے مزید تفتیش کی اور ان کے انکشافات سے کئی اور دہشت گرد گرفتار ہوئے۔ اور دہشت گردوں کی نشان دہی پر کئی ٹن بارود اور خطرناک اسلحہ بھی پکڑا گیا۔ ان ظالموں کے قبضے سے پولیس کی وردیاں بھی برآمد ہوئیں۔ کئی جعلی شناختی کارڈ ملے۔ مزید برآں انہوں نے کئی سابقہ وارداتوں میں ملوث ہونے کا اقرار کیا اور بعض زیر تجویز منصوبوں کی نشاندہی کی۔ احمدی نوجوانوں کی یہ خدمت، دہشت گردی کی روک تھام کیلئے ایک گرانقدر پیش رفت ہے۔ اس قابل ہے کہ بعض تفاصیل آنے والے مورخ کیلئے محفوظ کر دی جائیں۔ سٹی پولیس کے چیف، اسلم ترین صاحب نے 5جولائی 2010 کو ایک بھر پور پریس کانفرنس میں بتایا کہ عبداللہ اور معاذ سے تفتیش کے بعد درج ذیل 6ملزمان کو حراست میں لیا گیا ہے:

(1) ہارون سعید (2) رضوان (3) عمیر (4) عمر (5) عباس (6) حاجی جاوید عالم۔

ان دہشت گردوں سے 8000 کلوگرام بارُود 6 کلاشنکوف' 21ہینڈ گرنیڈ اور 600 گولیاں بھی قبضے میں لی گئیں۔ (BBC صفحہ اوّل' انٹرنیٹ ایڈیشن 5جولائی 2010) اس سے قبل میڈیا نے مصعب، عصمت، حافظ وقاص اور سلیمان بٹ کی گرفتاری کی خبر بھی دی تھی۔ یہ دہشت گرد بھی ان دونوں کی نشاندہی کے بعد حراست میں لئے گئے۔ ان سب کا تعلق حرکت الجہاد اسلامی، فضل محسود گروپ سے بیان کیا جاتا ہے۔ ان دہشت گردوں نے گلشن اقبال' مون مارکیٹ' پریڈ لین کی مسجد' یوم عاشورہ کے جلوس پر حملوں نیز جناح ہسپتال میں ہونے والی فائرنگ میں ملوث ہونے کا اعتراف کیا۔ اور مزید بتایا گیا کہ شاہی مسجد لاہور، مزار اقبال' اور بی بی پاک دامن کا مزار اُن کے اگلے اہداف تھے۔ مزاروں اور عمارتوں کے علاوہ گورنر سلمان تاثیر وزیر داخلہ رحمان ملک اور بعض اور شخصیات پر قاتلانہ حملوں کیلئے بھی انہیں تیار کیا جا چکا تھا۔ ان دہشت گردوں میں بعض کا تعلق لاہور، شاہدرہ اور دیگر مضافات سے ہے۔ ان میں سے ایک بھی دہلی' لکھنؤ' بمبئی یا کانپور کا رہنے والا نہیں۔ نہ ہی لندن، نیویارک یا شکاگو کا باشندہ ہے اور نہ ہی کسی کی یروشلم اور تل ابیب میں سکونت ہے۔ لہٰذا سی۔ آئی۔ اے' را اور موساد کا ایجنٹ ہونے کا الزام

لیجئے۔ یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ عدلیہ نے بہت سے دہشت گردوں کو ''عدم ثبوت'' یا'' ناکافی ثبوت'' کی بنا پر رہا کردیا۔ چنانچہ، GEO چینل پر "Crisis Cell" کے نام سے ایک پروگرام پیش کرتی ہیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ 360 دہشت گرد پکڑے گئے جنہیں عدالتوں نے رہا کردیا۔ ذرائع بتاتے ہیں کہ دہشت گردوں کے حلیف اور ہمدرد، جج صاحبان کو ڈراتے دھمکاتے ہیں کہ اگر ان'' حامیانِ اسلام'' کو سزا دی گئی تو آپ کو دیکھ لیا جائے گا۔ وہ اپنی اور اہل وعیال کی جان کے خوف سے اُنہیں آنے بہانے رہا کردیتے ہیں۔ دہشت گردی کے تقریباً تمام مشہور مقدمات میں گرفتار ہونے والے دہشت گردوں سے یہی سلوک کیا گیا ہے۔ لاہور میں دہشت گردی کی کئی وارداتیں ہوئی ہیں۔ مناواں کی پولیس اکیڈیمی پر حملہ کی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جو 30 مارچ 2009 کو کیا گیا۔ یہ واردات، لباس، اسلحہ اور تکنیک کے لحاظ سے ممبئی دہشت گردی کا چربہ معلوم ہوتی ہے۔ اس میں 8 پولیس کیڈٹ جاں بحق ہوئے اور 108 زخمی ہوئے۔ ایک راہ گیر بھی مارا گیا۔ 3 خود کش حملہ آور ہلاک ہوئے۔ ایک دہشت گرد، ہجرت اللہ گرفتار ہوا۔ اس کی نشاندہی پر 9 افراد حراست میں لئے گئے۔ دہشت گرد کے 4 رفقاء داتا دربار میں چھپے بیٹھے تھے۔ اس حملے کی ذمہ داری تحریکِ طالبان کے لیڈر، بیت اللہ محسود نے خود قبول کی۔ ہجرت اللہ سے بم بھی برآمد ہوا۔ اس کے خلاف 25 گواہوں نے شہادت دی۔ انسدادِ دہشت گردی کی عدالت نے ہجرت اللہ کو 10 سال قید کی سزا سُنائی۔ مگر عدالتِ عالیہ نے اُسے'' ناکافی ثبوت'' کی بنا پر رہا کردیا۔ مستقبل کا غیر جانبدار مؤرخ کبھی تو حقائق کی چھان بین کرے گا۔ عدالت اتنی بھی مادر پدر آزاد نہ ہو کہ اُسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

کچھ شہیدوں کے حوالے سے

سانحہ لاہور کے تمام شہداء بے حد محترم اور معصوم ومحبوب ہیں۔ اُن کی یاد سے دل میں جذبات کی لہریں اُٹھ اُٹھ کر بار بار دُعا بن کر لب پر آجاتی ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ تمام شہیدوں کے ذکرِ خیر سے اس مضمون کو مزیّن کروں مگر پیارے آقا، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات جمعہ میں اس احقر سے ہزاروں درجہ بہتر رنگ میں ان شہیدوں کے سیرت وکردار کا ذکر کرکے اُنہیں تاریخ احمدیت میں بلند مقام عطا فرما چکے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی تقریباً گزشتہ سو سال کے شہیدوں کے کوائف واحوال اپنے خطبات میں محفوظ فرمائے تھے۔ افرادِ جماعتِ احمدیہ کے دلوں میں یادوں کے یہ چراغ ہمیشہ روشن رہیں گے۔ میں اس مضمون میں 28 مئی کے شہدائے لاہور میں سے صرف چار کا ذکر کروں گا۔

محترم شیخ منیر احمد صاحب

موصوف ایک بلند پایہ اور نیک شہرت ریٹائرڈ جج تھے۔ اپنے اور پرائے سب اُن کی امانت ودیانت کی گواہی دیتے تھے۔ شہادت کے وقت جماعت احمدیہ ضلع لاہور کے امیر تھے۔ موصوف مسجد دارالذکر میں بعمر 69 سال خلعتِ شہادت سے مُشرّف ہوئے۔ بتایا گیا ہے کہ شہادت کے وقت محترم شیخ صاحب کی زبان پر کلمہء شہادت کے الفاظ تھے۔ درود شریف کا وِرد کرتے رہے اور اردگرد موجود زخمیوں کو بھی درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے رہے۔ جو یزید سرشت مُلّاں ایسے عاشقانِ رسولؐ کو'' کافر'' اور'' واجب القتل'' قرار دیتے ہیں مجھے اُن کے فاتر العقل ہونے میں ذرّہ بھر شُبہ نہیں!

میجر جنرل (ر) چودھری ناصر احمد صاحب

جنرل صاحب 91 سال کی عمر میں ماڈل ٹاؤن کی مسجد بیت النور میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ حلقہ ماڈل ٹاؤن کے صدر تھے۔ موصوف کی دیرینہ خواہش اور دعا تھی کہ مولیٰ کریم اُنہیں مقام شہادت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا کو اس طرح شرفِ قبول سے نوازا کہ وہ مسجد میں ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس بہادر مجاہد نے بھارت کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اگلے موروچوں پر لڑتے رہے۔ زخمی ہوئے۔ گھٹنے میں گولی لگی جو کسی پیچیدگی کی وجہ سے نکالی نہ جا سکی۔ اس محبّ وطن جرنیل کے جسدِ خاکی کو اسی گولی کے ساتھ سپردِ خاک کیا گیا۔ ظالمو! تم نے کیسے کیسے مُحبّانِ وطن کو گولیوں سے بُھون دیا!!

بھی ثابت نہیں ہوسکا۔ ماشاءاللہ یہ سب پاکستانی شہری ہیں۔جعلی شناختی کارڈوں کی دھوکہ دہی کے باوجود حکّام نے ان کے ایڈریس معلوم کر لئے ہیں۔اب بھی لاہور کے کمشنر صاحب کا ایک بیان میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔انہوں نے 28 مئی کو لاہور میں اس دہشت گردی کے سانحے کے جلد بعد ہی، بڑے ''یقین اور وثوق'' سے کہا۔ دہشت گردی کا یہ واقعہ'' را'' کا کام ہے۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر اُنہیں یہ تمام ثبوت کس نے فراہم کیئے؟ رحمان ملک صاحب نے تین چار دن کی تحقیق و تفتیش کے بعد یہ اعلان جاری کیا کہ 28 مئی کے سانحہ میں'' را'' کے ملوّث ہونے کے کوئی ثبوت نہیں ملے! جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔کیا فرماتے ہیں کمشنر صاحب اب بیچ اس مسئلہ کے؟

جناح ہسپتال لاہور میں فائرنگ کے واقعہ کا بھی دہشت گرد معاذ سے تعلق ہے۔یہ زخمی دہشت گرد ماڈل ٹاؤن کی احمدیہ مسجد سے حراست میں لیا گیا۔یہی معاذ جناح ہسپتال میں زیرِ علاج تھا۔اس کے مفرور دہشت گرد ساتھیوں نے ہسپتال پر فائرنگ کر کے اُسے چھڑوانے کی کوشش کی۔اس حملے میں دو نرسیں شہید ہو گئیں۔یہ دہشت گرد معاذ کو آزاد کروانے میں ناکامی پر فرار ہو گئے اور بعد میں پکڑے گئے۔میڈیا نے اطلاع دی تھی کہ فرار ہو کر مرید کے پہنچے ہیں۔یاد رہے مُرید کے جماعت الدعوہ کا گڑھ ہے!

انسدادِ دہشت گردی میں ناکامی کے اسباب و وجوہ

پاکستان پر دہشت گردی کا عفریت ایک عرصہ سے مسلّط ہے اور حکومت اس سے نجات کیلئے کوششوں میں مصروف ہے۔بعض علاقوں میں فوجی ایکشن کی بھی ضرورت پڑی ہے۔سوات، مالاکنڈ اور وزیرستان میں یہ کارروائی کرنی پڑی جس میں پاک فوج کے بہت سے افسروں اور جوانوں کو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔مگر اس قربانی کے باوجود اب بھی ملک کے طول وعرض میں دہشت گردی کی وارداتوں کی اطلاعات ملتی رہتی ہیں اور آئے دن بارود اور اسلحہ کے ذخائر برآمد ہوتے رہتے ہیں۔اس لعنت کی روک تھام میں ناکامی ایک لمحہ فکریہ بلکہ قومی المیہ ہے۔اس ناکامی کی بعض وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔بعض دینی مدرسے، تدریس کے دوران، طالب علموں کی'' برین واشنگ'' کر کے انہیں'' دہشت گرد'' بنا رہے ہیں۔یہ تازہ دم جنگجو ساتھ ساتھ تیار کئے جا رہے ہیں۔بلکہ نذیر ناجی صاحب کی تحقیق کے مطابق اُنہیں دہشت گرد تنظیموں کو فروخت کیا جاتا ہے۔(ملاحظہ فرمائیے۔ ناجی صاحب کا مضمون بعنوان''یوم تکبیر'یوم تکفیر'' روزنامہ جنگ لاہور،30مئی2010صفحہ9) یہ سپلائی لائن جب تک قائم رہے گی، دہشت گردی کا خاتمہ محال ہے۔

2۔حکومت ملک میں بعض تنظیموں کو'' کالعدم'' قرار دے کر پابندی لگاتی رہی ہے، مگر اس قسم کی کارروائی'' مذاق'' ثابت ہوئی ہے کیونکہ یہ تنظیمیں اپنا نام بدل کر اپنا کام جاری رکھتی ہیں اور پہلے سے بڑھ کر خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔'' سپاہِ صحابہ'' نے اپنا نام'' ملّت اسلامیہ'' رکھ لیا۔''لشکرِ طیّبہ''، '' جماعت الدعوۃ'' بن گئی۔'' جیش محمدؐ'' اب بھی'' الفرقان'' نام کے ساتھ رواں دواں ہے۔'' تحریک جعفریہ'' کا نیا نام'' اسلامی تحریک پاکستان'' ہے۔یہ چند مثالیں صورتِ حال سمجھنے کیلئے کافی ہیں۔پنجاب میں 17 ایسی تنظیمیں'' رفاہی کاموں'' کے نام پر چندہ بٹور رہی ہیں۔یہ رقوم عملاً دہشت گردی اور شدّت پسندی کی ترویج کیلئے خرچ کی جاتی ہیں۔یہ صورتِ حال اُس وقت زیادہ تکلیف دہ بن جاتی ہے جب حکومت خود ایسے عناصر کی پُشت پناہی شروع کر دے۔'' جماعت الدعوۃ'' کے لیڈر، حافظ سعید صاحب کی ذات ممبئی دہشت گردی (26 نومبر 2008) کی وجہ سے متنازعہ ہے۔حالیہ پاک بھارت مذاکرات اُن کی وجہ سے ناکام ہوئے ہیں۔مگر حکومت پنجاب نے گزشتہ سال جماعت الدعوہ کو 8 کروڑ روپے کی امداد دی۔اور نئے مالی سال کے بجٹ میں بھی اس تنظیم کیلئے اتنی ہی رقم مختص کی گئی ہے۔

3۔بعض سیاسی پارٹیاں، سیاسی مفادات کیلئے دہشت گرد تنظیموں سے خفیہ یا اعلانیہ گٹھ جوڑ کر لیتی ہیں۔میڈیا میں ایسی افواہوں اور خبروں کی تشہیر ہوتی رہتی ہے۔ایسے تعاون سے دہشت گردوں کو شہہ ملتی ہے اور وہ خود کو محفوظ سمجھنے لگتے ہیں۔'' مورے سیّاں ہوئے کوتوال ڈر کاہے کا!''

4۔دہشت گردوں کیلئے عدلیہ کا نرم گوشہ، بھی دہشت گردی کے فروغ کی ایک خطرناک وجہ ہے۔گزشتہ چند سالوں کے کوائف اور اعداد وشمار جمع کر کے ان کا تجزیہ کر

صاحبزادہ میاں منیر عمر صاحب

میاں صاحب موصوف حضرت عمر فاروقؓ کی نسل سے تھے۔ آپ حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کے پوتے تھے۔ 70 سال کی عمر میں آپ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں ان کے ایک خواب کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اُن کی قبر حضرت عمرؓ کے ساتھ کھودی جا رہی ہے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ انجام بخیر کے لحاظ سے یہ بہت ہی مبارک خواب ہے۔ معبرین نے ایسے خواب کی تعبیر ''دین و دُنیا میں مرتبہ کی بلندی'' بیان کی ہے۔ یاد رہے کہ صاحبزادہ میاں منیر عمر صاحب کے جدِّ امجد حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں ایک بے دین کے ہاتھوں شہید ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے قریب مدفون ہوئے۔

عزیزم ولید احمد

ولید احمد مرحوم سانحہ لاہور کا سب سے کم عمر شہید ہے۔ وہ گلشنِ وقفِ نَو کا ایک خوش رنگ پھول تھا۔ دارالذکر میں شہادت پائی۔ اُس وقت اُس کی عمر 17 سال تھی۔ وہ میڈیکل کالج کے فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا۔ اُس کی والدہ اور تین کم سن بہنیں ربوہ میں مقیم ہیں۔ اس سے قبل ولید احمد کے دو بزرگ سندھ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ اُن کے خاندان میں تیسری شہادت ہے۔ اس نوجوان شہید کی والدہ، محترمہ انیسہ منور صاحبہ کا ایک مختصر انٹرویو بی بی سی نے بھی نشر کیا ہے۔ اس بہادر ماں کے کندھوں پر اب تین بچیوں کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کا بوجھ آ پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان ذمہ داریوں میں سرخرو فرمائے۔ اُن کے حق میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے الفاظ میں یہی دعا ہے

نکلیں تمہاری گود سے پل کر وہ حق پرست ہاتھوں سے جن کے دین کو نُصرت نصیب ہو

ولید احمد کی شہادت سے مجھے 1953 کا لاہور ہی کا ایک اور شہید، جمال احمد یاد آ گیا ہے۔ جمال احمد ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہے۔ یہ نوجوان بھی ولید احمد کا ہم عمر تھا۔ وہ اس وقت تعلیم الاسلام کالج لاہور میں ایف ایس سی کا طالب علم تھا۔ لاہور کی سڑک پر تحریکِ ختم نبوت کے مولویوں کے جلوس نے اُسے گھیر لیا۔ اور احمدیت سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا بصورتِ دیگر قتل کرنے کی دھمکی دی۔ جمال احمد کے اعلانِ استقامت پر احراریوں نے اُسے سر بازار شہید کر دیا۔ اُس زمانے میں مولویوں کو کلاشنکوف رکھنے کی توفیق نہیں تھی۔ چُھریاں لے کر پھرا کرتے تھے۔ جمال احمد کو چُھریاں مار کر شہید کیا گیا۔ اس طرح اس نوجوان احمدی نے ایک بار پھر، ایک صحابی حضرت خُبیبؓ بن ارت کی استقامت کی یاد تازہ کر دی۔ میں نے جمال احمد کو نہیں دیکھا۔ 1953 میں مَیں اس شہید طالب علم سے کئی سال چھوٹا تھا۔ مگر بعد میں تاریخ احمدیت کی وساطت سے اُس سے متعارف ہوا۔ اُس وقت سے اُسے جانتا اور پہچانتا ہوں اور اُس شہید کے مزار پر حاضر ہو کر دُعا کر رہا ہوں۔

مادرِ وطن کی خدمت میں

مضمون کے آخر میں، مادرِ وطن کی خدمت میں کچھ عرض کرنا ہے۔ ماں! خُدا تجھے ہمیشہ سلامت رکھے اور تیری گود ہری بھری رہے۔ ماں! اسے ایک شکوۂ بیجا نہ سمجھنا۔ اس فریادِ درد کی جڑیں پیار کے رشتوں اور حُبّ الوطنی کے جذبوں سے لپٹی ہوئی ہیں۔ ماں! تیرے بیٹوں نے' اختلافِ عقیدہ سے مُشتعل ہو کر، 28 مئی کو اپنے ہی بھائیوں کو خون میں نہلا دیا۔ لاہور کی دو مسجدوں میں 87 افراد کو قتل اور 124 کو زخمی کر دیا۔ تیرے خدائی فوجداروں نے ان مساجد کی جی بھر کر بے حرمتی کی۔ ان سجدہ گاہوں کو خُون سے تر کر دیا۔ بے گناہوں کے خُون کے چھینٹے در و دیوار بلکہ چھت تک پہنچے۔ ماں! اپنے ہم وطن بھائیوں کے اس ظلم و ستم کی وجہ سے ہم تجھ سے ناراض

نہیں۔ہم خود لہولہان ہیں اور غم سے دل شکستہ مگر اس حالت میں بھی تیری خیریت و عافیت کے طالب ہیں۔اور دعا گو ہیں کہ ہمارے ان بھائیوں کی سنگدلی اور بربریت کا خمیازہ تجھے نہ بھگتنا پڑے۔لیکن پیاری ماں! مکافاتِ عمل ایک عظیم صداقت اور تلخ حقیقت ہے۔یہ بھی قدرت کا ایک قانون ہے۔ماں! دل ڈرتا ہے کہ کہیں تُو مکافاتِ عمل کی زد میں نہ آجائے!

پیاری ماں! پاکستان کے ہمسایہ ملک افغانستان میں بیسویں صدی میں 3 بے گناہ احمدی اختلافِ عقیدہ کی بنا پر قتل کر دیئے گئے۔ 1901 میں مولوی عبدالرحمن صاحب کو شاہی قید خانے میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔1903 میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کو کابل ہی میں سنگسار کیا گیا۔1924 میں نعمت اللہ خان کو سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا۔ماں! اس خونِ ناحق کی وجہ سے خدائے قادر و قیوم نے افغانستان کے تین بادشاہ تباہ کر دیئے (امیر عبدالرحمن، امیر حبیب اللہ خان، امیر امان اللہ خان) بلکہ اس خاندان کی حکومت ہی کو نیست و نابود کر دیا۔اس خاندان کے بعد اس ملک میں ایک اور خاندان نے بادشاہت کا احیاء کیا مگر وہ بھی قصہء پارینہ ہوا۔اب تک اس سرزمین سے تعلق رکھنے والے لاکھوں افراد کا خُون بہہ چکا ہے۔محلات و عمارات، کھنڈرات بن چکے ہیں۔خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار کب نیام میں جائے گی۔امام الزمان علیہ السلام کی یہ تنبیہہ پڑھ کر دل آج بھی لرزہ براندام ہو جاتا ہے:

''ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص (حضرت سید عبداللطیف شہید۔ناقل) کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔اے بدقسمت زمین تو خُدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم کی جگہ ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین' روحانی خزائن جلد20صفحہ74)

ماں! اگر یہ صرف تین بے گناہوں کے خون ناحق کی پاداش ہے، پاکستان میں تو یہ تعداد بہت زیادہ ہے، ملک کے ہر صوبے میں احمدیوں کا خون بہایا جا چکا ہے۔میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب مکافاتِ عمل کی بے رحم چکی چلے تو تیرے اچھے لوگ بھی سنگدل اور خونخوار قاتلوں اور ان کی نسلوں کے ساتھ گُھن کی طرح پس جائیں۔مکافاتِ عمل کا قانون، دنیاوی عدلیہ کے قانون اور طریق کار سے مختلف اور زیادہ سخت ہے۔ماں! جب وہ قانون حرکت میں آتا ہے تو سب کچھ تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔یہ تو سچ ہے کہ تیرے بیٹوں نے ہم سے بدترین سلوک کیا مگر اب بھی ہماری دعا یہی ہے کہ تیرے نادان بچوں کی ظالمانہ حرکتوں کی قیمت تجھے نہ چکانا پڑے!

ماں! ہم بھی تیرے ہی بچے ہیں۔ہماری سرگزشت تجھ سے مخفی نہیں۔ہم لمبے عرصے سے معصوموں کی لاشیں دفنا رہے ہیں۔کتنے ہابیل' قابیلوں کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ہمارے قاتلوں کو اکثر قانون نافذ کرنے والے حراست میں نہ لے سکے۔اگر گرفتار کر لیا تو عدالتوں سے سزا نہ دلوا سکے۔اگر مقدمات چلنے چلانے کی نوبت آئی تو عدالتوں نے رہا کر دیا۔سانحہء لاہور سے اگلے دن، منڈی بہاؤالدین کے قریب واقع مونگ میں، رمضان المبارک میں مسجد کے اندر شہید کرنے والے احمدیوں کے قاتلوں کو ''عدم ثبوت'' کی بنا پر رہا کر دیا گیا۔عدالت کا معاملہ اللہ کے سپرد۔پرائے زمین! اس خونِ ناحق کو یاد رکھنا!!

ماں! ہم ہیں تو تیرے ہی بیٹے مگر ہماری مٹی اور خمیر ذرا مختلف ہے۔ہم مُردوں کو مسیح زماںؑ نے ازسرِ نَو زندگی بخشی ہے۔ہمیں احتجاج اور شور وشَر کی ضرورت نہیں۔ہمیں جسے سُنانا ہے وہ سمیع و بصیر ہے۔ہم اسی سے صبرِ جمیل کی توفیق چاہتے ہیں۔ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ لوگ اپنے وسائل، اسباب، جتھے اور سیاسی حلیفوں کی طاقت و قوت کے گھمنڈ میں ہمیں مٹانے کے جتن کرتے رہے مگر اُن کی دراز اور مضبوط رسیاں بھی کٹتی چلی گئیں۔آخر کار اُنہیں بھی مکافاتِ عمل نے آن گھیرا۔کسی کو برسرِ زمین اور کسی کو ہوا میں۔اور بعض کو قضا و قدر نے کسی اور شکنجے میں کسا۔ماں! ہم مظلوم ہیں مگر اس کے باوجود دامنِ صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔!

پیاری ماں! میں تاریخ ادیان کا ایک نہایت ہی ادنیٰ طالب علم ہوں۔میں تیرے مستقبل کے بارے میں کچھ خائف سا ہوں۔غم سے شکستہ، کمر کو ایک غیبی ہاتھ سہلاتا ہے اور پھر یہ ندا آنے لگتی ہے۔اِنِّیْ قَرِیْب

یہ لوگ کیوں میرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست و بازو کو

سانحہ جماعتِ احمدیہ لاہور میں شہید ہونے والے

سترہ سالہ ولید مرحوم کی والدہ صاحبہ کے تاثرات

بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد

یہ غم میں لپٹی ہوئی خوشی کی خبر تھی۔ دکھ تو بہت ہے جانے والے کا، لیکن جو وہ ہمیں عزت دے کر گیا ہے۔

ہر آنے جانے والے اور پیارے امام کی دعائیں سن کر دل کو ڈھارس ہو رہی ہے۔

اپنے بیٹے ولید کی موت کی داستان سناتے ہوئے پینتالیس سالہ انیسہ منور کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے لیکن کانپتے ہوئے ہاتھ اور لرزتی ہوئی آواز ان کے غم کو نہ چھپا سکی

سترہ سالہ ولید، اٹھائیس مئی کو لاہور میں گڑھی شاہو کی احمدی عبادت گاہ میں جمعے کی ادائیگی کیلئے پہنچے تھے۔

’میں جمعہ پڑھ کر گھر پہنچی تو موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ فون پر ولید تھا۔ اس نے بتایا کہ مام، میں جمعہ پڑھنے آیا تھا اور یہاں حملہ ہو گیا ہے۔ فائرنگ بہت ہو رہی ہے۔ ماما، آپ بہت دعائیں کرو۔ اس کے بعد ولید کا رابطہ اپنے والد کے ساتھ رہا۔‘

انیسہ منور نے اپنے بیٹے کے ساتھ آخری رابطے کے بارے میں بتایا: ’پونے آٹھ بجے ہمیں پتہ لگا کہ وہ شہید ہو گیا ہے۔‘

ربوہ (جسے سرکاری طور پر چناب نگر کا نام دے دیا گیا ہے) کے رہائشی ولید، لاہور میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے والدین نے انہیں جماعتِ احمدیہ کے لئے وقف کر رکھا تھا یعنی وہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی زندگی جماعت کی خدمت میں وقف کر دیں گے۔ ولید کے والدین کا یہ خواب پورا نہ ہو سکا اور وہ ان چھیاسی افراد میں شامل تھے جو گڑھی شاہو اور ماڈل ٹاؤن میں احمدیوں پر ہونے والے حملوں میں چل بسے۔

ان حملوں میں لوگ گڑھی شاہو کی عبادت گاہ میں چار حملہ آوروں کی گولیوں، دستی بموں اور خودکش بم دھماکوں کا نشانہ بنے۔ ایک ماہ گزرنے کے باوجود عبادت گاہ سے حملے کے نشانات پوری طرح نہیں مِٹ پائے۔ لوہے کے بڑے داخلی دروازوں پر گولیوں کے سوراخ موجود ہیں۔ شاید ہی ایسا کوئی دروازہ یا دیوار ہو جس پر گولیوں کے نشانات نہ بچے ہوں۔ عبادت گاہ میں تاحال مرمت اور سکیورٹی کا کام جاری ہے۔

گڑھی شاہو کی عبادت گاہ پر حملے کے جس عینی شاہد نے بی بی سی کو ایک ماہ بعد وہاں کا دورہ کرایا، وہ اپنی شناخت ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کے بقول انہیں مزید حملوں کی دھمکیاں ملی ہیں۔ مایوس کُن آواز میں انہوں نے کہا: ’جو لوگ احمدی نہیں ہیں، انہیں اتنا صدمہ نہیں ہوا۔ بہت کم لوگوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ زیادہ تر نے یہی کہا کہ دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے تو خوشیاں منائیں، مٹھائیاں تقسیم کیں اور کہا کہ ان کے ساتھ یہ ٹھیک سلوک ہوا ہے۔‘

ولید سمیت ہلاک ہونے والے زیادہ تر افراد کو لاہور سے تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر دور شہر، ربوہ کے قبرستان میں دفنایا گیا ہے۔

سورج ڈھلتے ہی قبرستان میں احمدی مردوں، عورتوں اور بچوں کا تانتا بندھنے لگتا ہے۔

لاہور حملوں میں ہلاک ہونے والوں کو ربوہ میں چار دیواری میں گھرے احمدیوں کے مرکزی قبرستان میں جگہ نہیں مل سکی۔ اس قبرستان میں ان کے اہم مذہبی رہنماؤں سمیت برصغیر کی تحریکِ پاکستان میں پیش پیش رہنے والی شخصیت اور ملک کے سابق وزیرِ خارجہ سر ظفر اللہ خان اور پاکستان کے واحد نوبیل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام بھی دفن ہیں۔

انیس سو چوراسی سے پہلے کی قبروں پر لکھی گئی قرآنی آیات پر سفیدی، ترامیم کے ذریعے پہلے سے غیر مسلم قرار دیئے گئے۔ احمدیوں پر شعائر اسلام کے استعمال کی پابندی لگادی گئی تھی۔

مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ دریائے چناب کے کنارے، تقریباً پچاس ہزار آبادی کے شہر ربوہ کے پچانوے فیصد لوگ احمدی ہیں۔

شہر کے داخلی راستوں پر جامع مسجد الاحرار کی طرف سے چناب نگر میں استقبالیے کے بڑے بورڈ نصب کئے گئے ہیں۔ یہ مسجد تحریکِ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام ہے۔

چناب نگر یعنی ربوہ، پاکستان کے کسی بھی چھوٹے شہر سے مختلف ہے۔ خواتین کی اکثریت سر سے پاؤں تک برقعے میں نظر آتی ہے۔ شہر میں پختہ سڑکیں، مکانات اور دکانیں ہیں اور متوسط یا کچے بھی۔

لاہور حملوں کے بعد شہر میں واضح تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ جگہ جگہ کنکریٹ کے بیریئر کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ دل کے امراض کے واحد جدید ترین خیراتی ہسپتال اور مرکز احمدیہ سمیت تمام اہم عمارتوں کی چار دیواری بلند کر کے خاردار تاریں بچھادی گئی ہیں اور سکیورٹی کیمرے نصب کر دیئے گئے ہیں۔ سیکورٹی کے نئے محاصرے میں ربوہ شہر کے عقبی حصے کی رہائشی، انیسہ منور کا کہنا ہے کہ وہ بالکل خوفزدہ نہیں ہیں کیونکہ بقول ان کے 'خدا تعالیٰ ان کی حفاظت کرنے والا ہے'۔

واحد نرینہ اولاد سے پہلے انیسہ منور کے والد اور سسر بھی غیر فطری موت مار دیئے گئے تھے۔ اس سوال پر کہ ان کے بیٹے کی موت کے ذمہ دار کون ہیں؟ انیسہ نے اپنی لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

'میری کوئی سوچ نہیں ہے۔ میں نے فیصلہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے جو انہیں کیفرِ کردار تک پہنچائے گا'

☆......☆......☆......☆

رہِ فنا میں ہمیں لازوال ہونا تھا

مظفر منصور

مثیل ہونا تھا حدِ مثال ہونا تھا

ہر ایک آن درود و سلام ہیں جس پر
شہید ہو کے تمہیں اُس کی آل ہونا تھا

چُنے تھے کاتبِ تقدیر نے تمہارے وجود
خدا کے گھر کو لہو سے گُلال ہونا تھا

جس ایک پل میں تم اپنے خدا سے آن ملے
وہ ایک پل تھا جسے مہ و سال ہونا تھا

صبا تمہارے لہو کی مہک سے رقصاں ہے
مرے چمن میں گُلوں کا قتال ہونا تھا

ہر ایک آدمی دوجے کا یاں خدا ٹھہرا
مگر میں خاک تھا، مجھ کو کمال ہونا تھا

ہوا ہے جلوہ نما پھر سے اک نیا عالم
جو ہو رہا ہے اسے حسبِ حال ہونا تھا

ایک شہید کے جذبات

محمد مقصود احمد منیبؔ

تھا دُرُودِ پاک کا آسرا کہ خبر ہو تیرے حبیب کو
ترا دَر لہو سے سجا دیا کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

کئی رہ گئے جو ہیں منتظر ترے ہجر میں تھے تڑپ رہے
میں تو چل پڑا مرے پیاریا! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

مری مسجدیں بھی گلاب ہیں مرا کفن بھی ہے لہو لہو
میرے چارہ گر ترا شکریہ کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

میں گرا تو گر کے سنبھل گیا میرا روم روم ہے سج گیا
کہ میں تیری گود میں گر گیا کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

مری ماں نے مجھ سے تھا یہ کہا کہ نہ زخم ہو تری پشت پر
ذرا دیکھ سینۂ فخریا! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

نہیں خون اَرزاں مرا کہ جو بہے اور پھر بھی سکوں رہے
ہے گواہ کابلِ خستہ گہ! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

میں ہوں احمدی کہ ستم کوئی نہ ڈرا سکے جسے موت سے
مری جان حاضرِ کبریا! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

ہمیں صف بہ صف، بہ رضائے تُو تری آن پر ہوئے جاں فدا
کی ہے خوں سے تَر تری سجدہ گہ! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

ہے گواہ ربوہ کی سرزمیں کہ صفِ شہیداں کی ہے کمیں
یہ سنگھار اِس پہ ہے سج گیا! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

یہ جو کہکشاں ہے سجی ہوئی یہ بتا رہی ہے ہمیں یہی
جو شہید ہے وہ نہیں مَرا! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

میں شہیدِ فصلِ بہار ہوں لہو رنگ میں ہوں نہا گیا
میں تو خوشبوؤں میں لپٹ گیا! کہ خبر ہو تیرے حبیب کو

رَہو اِن شہیدوں پہ تم گواہ۔۔۔

تعریض بنام شہر یارانِ ملکِ خُداداد پاکستان۔ بحوالہ شہدائے مسجد النور و مسجد دارالذکر

ایچ۔آر۔ساحر

میرے جسم تم پہ نثار ہوں، میرے خُون تم پہ مُباح رہیں
رہو ان شہیدوں پہ تم گواہ، یہ شہید تم پہ گواہ رہیں

یہی پھول جو تمہیں بھا گئے، لو! وہ سارے قرض چُکا گئے
کہ قفس قفس میں ہو روشنی، سَو چراغِ جان جلا گئے
بنیں سب شبیں تری نُورزا، تیرے دن سرورِ صباح رہیں

یہی فخرِ سَروچمن میرے، یہی مانِ خُلدوعدن مرے
اِنہی سے ملی ہے لقا مجھے، یہی نذرِ رہنِ وطن مرے
یہ بہار سوئے فلک چلے، یہ ثمار حرزِ نگاہ رہیں

تُو وطن میں رہ کے غلام ہے، ترا آشیاں ہے قفس ترا
تُو اسیر بھی تُو فقیر بھی، نہ بدن ترا نہ نفس ترا
تجھے پھر بھی حرص وغرور ہے کہ بلند کاخ وکلاہ رہیں

ہمیں اور۔۔۔ اُن سے گلہ کوئی ؟ ہمیں اور ۔۔۔ اُن سے شکایتیں؟
یہ کرم ہیں اہلِ رقیب کے، یہ ہیں سب عدُو کی عنایتیں
ہمیں فکر اُن کی حیات کی ، اُنہیں شوق کہ وہ تباہ رہیں

وہی تم رہو وہی ہم رہیں، وہی دل رہیں وہی غم رہیں
وہی مشقِ خوئے ستم رہے، وہی لطفِ جُودوکرم رہیں
صفِ محرماں سے اُٹھے دُعا، میرے نعرۂ لآ اِلٰـــــــــہَ رہیں!

ترے خانہ ہائے نقار میں یہ نوائے مرغِ اسیر ہے
یہ غریبِ شہر کی آہ ہے، یہ قتیلِ ہجر کا تیر ہے
تو سُنے، سُنے، کہ تو نہ سُنے، یہ سند برنگِ صلاح رہیں

اے امیرِشہر! قریب ہیں وہ عدیلِ حشر کی ساعتیں!
جہاں گُنگ ہوں گے یہ غُلغُلے، جہاں بول اُٹھیں گی ساعتیں

رہو ان شہیدوں پہ تم گواہ، یہ شہید تم پہ گواہ رہیں
میرے جسم تم پہ نثار ہوں، میرے خُون تم پہ مُباح رہیں

مکرم مجیب الرحمٰن شامی صاحب کے نام ایک خط

جمیل احمد بٹ، کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

13 جون 2010

مکرم مجیب الرحمٰن شامی صاحب

سلام مسنون!

گزشتہ دنوں دو چینلز پر آپ کے انٹرویوز دیکھے ان میں آپ نے سانحہ لاہور پر احمدیوں کے لئے جن ہمدردانہ جذبات کا اظہار فرمایا ہے ایک احمدی ہونے کے ناطے خاکسار ان پر آپ کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور اللہ کرے کہ آپ آئندہ بھی احمدیوں کے خلاف میڈیا میں جاری یک طرفہ نفرت پھیلانے کی مہم کو روکنے میں مثبت کردار ادا کرنے کی توفیق پائیں۔ آمین

ان دونوں انٹرویوز میں آپ نے احمدیوں کے بارے میں درج ذیل چار باتیں اور بھی بیان فرمائی ہیں۔

1۔ (حضرت) چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

2۔ انہوں نے یہ کہا کہ وہ کافر حکومت کے مسلمان یا مسلمان حکومت کے کافر وزیر ہیں۔

3۔ (حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب نے اسمبلی میں یہ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کو جو (حضرت) مرزا صاحب کو سچا نہیں مانتے کافر سمجھتے ہیں۔

4۔ ان کے بارے میں 1974 میں فیصلہ اسمبلی نے کیا تھا (اور اس لئے نافذ رہنا چاہیئے)

خاکسار یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اظہار ان امور کے بعض پہلو نظر انداز رہ جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس لئے چند گزارشات پیش ہیں اور آپ کی توجہ کی درخواست ہے۔

قائد اعظم کا جنازہ

i-جماعت احمدیہ کے اکابرین قائد اعظم کی اعلیٰ شخصیت اور ان کے مضبوط کردار کے معترف رہے اور دونوں کے درمیان ایک اچھا اور خوشگوار رابطہ رہا جیسا کہ درج ذیل تاریخی حقائق سے ظاہر ہے۔

(الف) جماعت کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی 1927 میں شملہ میں قائد اعظم (آپ اس وقت مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے) سے ملاقاتیں رہیں۔ حضرت صاحب کے تجویز کردہ ناموس پیشوانِ مذاہب کے تحفظ کے مسودہ قانون پر گفتگو کے لئے برصغیر کے جو لیڈر آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے ان میں قائد اعظم بھی تھے۔ پھر حضرت صاحب نے قائد اعظم کو چائے پر مدعو کیا اور ایک One to One ملاقات ہوئی (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 619)۔ اس رابطہ کے حوالہ سے حضرت صاحب نے یہ رائے قائم کی کہ:

'میں مسٹر جناح کو ایک بہت زیرک، قابل اور مخلص خادم قوم سمجھتا ہوں اور ان سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔'

(انوار العلوم جلد 10 صفحہ 45)

اسی طرح فرمایا:

''میں ان کی خدمات کے باعث ان کو قابل عزت اور قابل ادب سمجھتا ہوں۔''

(انوار العلوم جلد 10 صفحہ 18)

(ب) اسی تاثر کا نتیجہ تھا کہ جب قائد اعظم بعد میں عملی سیاست ترک کر کے لندن منتقل ہو گئے تو حضرت صاحب نے اسے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے نقصان دہ سمجھا اور جماعت کے لندن مشن کے امام حضرت عبدالرحیم درد صاحب کے ذریعہ انہیں واپس آنے پر آمادہ کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ قائد اعظم نے اپریل 1933 میں

جماعت کے مرکز بیت الفضل لندن میں تشریف لا کر ایک تقریب میں خطاب فرمایا اور ان الفاظ سے تقریر کا آغاز کیا: 'The eloquent persuation of the Imam left me no escape ' کہ امام صاحب کی موثر ترغیب نے میرے لئے بچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی۔ اس تقریب کی رپورٹس اس وقت جن اخبارات میں شائع ہوئی ان میں The Evening Standard, The London, Statesman, Calcutta, اور ہندو مدارس شامل تھے۔ یہ کوشش اور اس میں کامیابی کا ذکر تحریک پاکستان کے ایک کارکن، ممتاز صحافی اور مورخ جناب محمد شفیع (م ش) نے ایک مضمون میں بھی کیا ہے جو پاکستان ٹائمز کے Supplement مورخہ 11 ستمبر 1981 میں شائع ہوا۔

(ج) تحریک آزادی کا ایک اہم ترین موڑ 45-1946 کے انتخابات تھے۔ اس انتخاب میں جماعت احمدیہ نے اعلانیہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی اس بارے میں ہدایات کی ایک نقل قائداعظم کو بھی بھیجی گئی جس پر آپ نے مسرت کا اظہار کیا اور اِسے اپنی طرف سے پریس کو جاری کیا جو اخبار ڈان دہلی کی 8 اکتوبر 1945 کی اشاعت میں شائع ہوا۔ (برسبیل تذکرہ: مولوی مودودی صاحب نے ان انتخابات میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا تھا)

(د) حضرت امام جماعت احمدیہ اور قائداعظم کے ذاتی تعلقات کا ایک واقعہ قائداعظم کے ساتھی اور پرانے مسلم لیگی سردار شوکت حیات صاحب نے اپنی کتاب The Nation that lost its soul میں لکھا ہے جس کے مطابق قائداعظم کی ہدایت پر وہ قادیان گئے اور حضرت صاحب سے مل کر ان کی طرف سے دعا کی درخواست کی اور قیام پاکستان میں مدد مانگی۔ سردار صاحب آدھی رات کے بعد قادیان پہنچے لیکن یہ اطلاع ملنے پر کہ وہ قائداعظم کا پیغام لائے ہیں حضرت صاحب اسی وقت ملاقات کے لئے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں پہلے ہی اس مقصد کے لئے دعا کر رہا ہوں اور آئندہ بھی دعا کرتا رہوں گا۔ (صفحہ 147 کتاب مذکورہ)

(ہ) مارچ 1947 میں امام جماعت احمدیہ کی توجہ کے نتیجہ میں حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کی کامیاب کوشش کے بعد پنجاب کی سر خضر حیات وزارت نے استعفیٰ دیا اور پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت کا بننا ممکن ہوا۔ اس کامیابی کے بعد جماعت کے ایک بزرگ حضرت عبدالرحیم درد صاحب جب قائد اعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش پر بہت شکر گزاری کا اظہار فرمایا کہ آپ نے نہایت آڑے وقت میں ہماری مدد کی ہے نیز فرمایا کہ I can never forget it میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا (قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ از حضرت مولانا جلال الدین شمس صفحہ 50)

(ی) جماعت احمدیہ کے ایک نامور سپوت حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب قائداعظم کو ہمیشہ عزیز رہے بلکہ ایک موقع پر انہوں نے برملا چوہدری صاحب کو اپنا بیٹا کہا جیسا کہ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صاحب نے اپنی کتاب 'ہماری قومی جدو جہد' میں قائداعظم کی 1939 میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں تقریر سے یہ لفظ نقل کئے ہیں کہ:

'میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں کو ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مسلمان ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ میں اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں۔'

(کتاب مذکورہ صفحہ 76)

اس محبت اور اعتماد کا اظہار بار بار ہوا اور قائداعظم نے حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں کو درج ذیل اہم مناصب پر از خود مقرر فرمایا:

- پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کی نمائندگی
- اقوام متحدہ میں پاکستان کے وفد کی قیادت
- پاکستان کا وزیر خارجہ

ii- اس سب تعلق کے باوجود حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب قائداعظم کی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہوئے تو اس کی کوئی ذاتی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس کا سبب ایک ہی تھا کہ یہ نماز جو صاحب پڑھا رہے تھے وہ حضرت مرزا صاحب کے مکفر تھے اور احمدی کسی ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے جو حضرت مرزا صاحب کے خداداد منصب کا انکاری ہو۔

iii- پھر نماز جنازہ ایک فرض کفایہ ہے اور ہر شخص پر جنازہ کی ادائیگی فرض نہیں جیسا کہ میاں طفیل صاحب اور پروفیسر عبدالغفور صاحب نے مولوی مودودی صاحب کی قائد اعظم کا جنازہ نہ پڑھنے کی صفائی میں کہا (اخبار مساوات 29 فروری 1978)۔ یہ بنیادی طور پر جانے والے کے لئے اظہار دعا ہے اور علیحدہ بیٹھے بھی حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب قائداعظم کے لئے دعا ہی کر رہے ہوں گے پھر دعا کا راستہ اس موقعہ کے بعد بھی کھلا رہتا ہے اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے بعد میں بھی ہمیشہ قائداعظم کے لئے محبت اور احترام کا رویہ رکھا۔ آپ کی خودنوشت سوانح عمری تحدیث نعمت میں جو پہلی بار 1971 میں شائع ہوئی جابجا یہ ذکر خیر ملتا ہے۔

vi- یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ بانی پاکستان کی وفات کے موقع پر حکومت کا ایک اہم منصب دار ہوتے ہوئے اور دیکھنے والی نگاہوں کے سامنے حضرت چوہدری ظفر اللہ

خاں صاحب کا کسی مداہنت سے کام نہ لینا اور اپنے عقیدہ کے مطابق جنازہ میں شامل نہ ہونا ان کے کردار کی انتہائی پختگی کا مظہر ہے۔ قائد اعظم خود بھی بے لچک اور مضبوط کردار کے مالک تھے اور واقعات کو ان کے صحیح تناظر میں رکھ کر حق وصداقت کی بنیاد پر فیصلہ کرتے۔ غالباً مزاج کی یہی یکسانیت تھی جو حضرت چوہدری صاحب کو قائد اعظم کے قریب لائی اور بالآخر آپ قائد اعظم کے ایک معتمد ساتھی ٹھہرے۔

حضرت چوہدری صاحب کا بیان

i- حضرت چوہدری صاحب کی طرف آپ نے یہ بیان منسوب فرمایا ہے کہ وہ کافر حکومت کے مسلمان یا مسلمان حکومت کے کافر وزیر ہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ کس سوال کے جواب میں تھا اور نہ یہ کہ یہ کس موقع کی بات ہے؟ اگر ایسا کوئی بیان آپ نے کبھی دیا ہے تو یہ کسی اور وقت کا ذکر لگتا ہے اور اس کا تعلق قائد اعظم کے جنازہ سے نہیں بلکہ کفر واسلام کی بحث سے معلوم ہوتا ہے۔

ii- اس معاملہ میں جماعت احمدیہ کا موقف ہمیشہ سے یہی ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور ارکان ایمان پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمان ہے۔

iii- اس بنیادی اصول کے ہوتے ہوئے جماعت کے لٹریچر میں بعض دفعہ مسلمانوں کو کافر کہنے کا جو ذکر ملتا ہے اس کی دو ممکنہ وجوہات رہی ہیں۔

(اول) : علماء نے سبقت کر کے حضرت مرزا صاحب اور انکی جماعت پر کفر کے فتوے لگائے بلکہ بیرون ہند سے بھی ایسے فتوے حاصل کئے گئے اور سب کو خوب مشتہر کیا گیا۔

یہ سارے فتاویٰ خلاف واقعہ تھے کیونکہ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت ایمانیات کی ان تمام شرائط پر پورا اترتی ہے جن کی آنحضرت ﷺ نے تعلیم دی ہے اور جو اس حوالے سے قرآن کریم وحدیث میں پائے جاتے ہیں۔

اس تناظر میں ان فتاویٰ کا جواب آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات سے بہتر ممکن نہ تھا کہ:

(الف) الذی اذا قال الرجل لاخیه کافر فقد باء به احد هما

(بخاری کتاب الادب)

یعنی جس کسی شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا ان میں سے ایک ضرور کافر ہوگا۔

(ب) ایها الرجل مسلم اکفر رجل مسلم و ان کان کافراً و الا کان هوا لکافر

(ابو داؤد)

یعنی کوئی مسلمان جب کسی مسلمان کو کافر کہے تو اگر وہ کافر ہے تو ٹھیک ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو وہ خود کافر بن جائے گا۔

اور یہی جواب دیا گیا اور یوں بے جا کافر کہنے والے خود کافر قرار پائے۔

دوسرے: کفر کے معنی انکار کے ہیں۔ کسی بات کا انکار اس کا کفر ہے۔ ان لغوی معنوں میں جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کا انکار کیا انہیں آپ کا کافر کہا گیا گو یہ کفر اسلام کا انکار نہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے خود اس کی درج ذیل وضاحت فرمائی ہے۔

' کفر دو قسم پر ہے۔

(اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا

(دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔'

(حقیقته الوحی بحواله روحانی خزائن جلد 22 صفحه 185 ایڈیشن 2008)

غرض احمدیوں نے جب کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہا ہے تو وہ ان دو وجوہات کے تحت اور ان حدود کے اندر ہے یعنی یا وہ احمدیوں کو کافر کہتا ہے تو یہ کفر اس پر الٹا دیا جاتا ہے یا وہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کا کافر ہے۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا بیان

i- آپ کے علم میں ہے کہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ کی گئی تھی اور پھر اسے Classified قرار دے کر 30 سال تک اس کی اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔ جب 2004 میں یہ مدت پوری ہوئی تو اس میں پھر اضافہ کر دیا گیا اور اب تک اسے عوام کے سامنے نہیں لایا گیا۔

ایسا کیوں ہے؟ یہ بھی آپ جیسے دانشوروں کے لئے غور اور فکر کا مقام ہے۔ سچائی خود بولتی ہے اگر 1974 کا فیصلہ حقائق کی بنیاد پر تھا تو پھر اس سے آج تک خوف زدہ رہنے کا کیا جواز ہے؟

ii- اس سبب کوئی بھی ایسا بیان کہ اسمبلی میں کیا ہوا۔ محض یادداشت کی بنیاد پر ہے اور اسی حد تک قابل غور ہے جس حد تک اس بات کو بیان کرنے والا قابل اعتبار ہے۔ آپ غالباً خود تو اسمبلی میں موجود نہ تھے اور یہ آپ نے بتایا نہیں کہ جو بیان آپ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس کا ذریعہ کیا ہے؟ اور وہ کس حد تک قابل اعتبار ہے؟

iii-اصل بات کیا تھی اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سے کیا سوال کیا گیا اور جواب میں ان کے اصل الفاظ کیا تھے؟ اس سے قطع نظر اگر یہ بات اسی طرح تھی جس طرح آپ نے بیان فرمائی تو بھی اسے انہی دو وجوہات کے تابع سمجھا جانا چاہئے جو گزشتہ پیرے کے ذیل میں بیان ہوئی ہیں۔ اس صورت میں اس میں وہ وزن نہیں رہتا جو آپ دینا چاہتے ہیں۔

1974 کا اسمبلی کا فیصلہ

یہ فیصلہ کئی جہت سے محلِ نظر ہے۔

i- قرآن کریم نے دینی معاملات میں فیصلہ کا اختیار کسی اسمبلی کو نہیں دیا بلکہ یہی حکم ہے کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ

(النساء:60)

ترجمہ: اگر تم کسی امر میں اختلاف کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔

اسی طرح فرمایا:

اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا

(الانعام :115)

ترجمہ: (تو کہہ دے کہ) کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں حالانکہ وہی ہے جس نے تم پر کھلی کھلی کتاب اتاری ہے۔

اور یہ اصول ٹھہرایا ہے کہ بین المذاہب جھگڑوں کا فیصلہ اللہ ہی کرے گا اور ایسا قیامت کے دن ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ یَفْصِلُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ

(الحج:18)

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی بن گئے اور صابی اور نصرانی اور مجوسی اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا اللہ یقیناً ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا۔

پس کسی اسمبلی کا اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لینا قرآنی تعلیمات کی کھلی خلاف ورزی تھی۔

ii- کیا وہ اراکین اسمبلی جنہوں نے یہ فیصلہ کیا دینی علم اور کردار کے لحاظ سے ایسا فیصلہ کرنے کے اہل تھے؟ ضیاء الحق حکومت ان حضرات کے بارے میں جو قرطاس ابیض شائع کیا اس میں تو ان کو خائن، راشی، جھوٹا، بدمعاملہ، بدعنوان، شرابی، زانی، اغوا میں ملوث، رسہ گیر، اسمگلر اور تخریب کار بتایا گیا ہے۔ اس اسمبلی کا سربراہ چند سال بعد ملکی قانون کے تحت قتل کا مجرم قرار پا کر تختہ دار کا سزاوار ہوا۔ اور اس اسمبلی کے لاٹ مولوی مفتی محمود صاحب وہ تھے جن کی وطن دوستی کا پردہ اس وقت چاک ہو گیا تھا جب سقوط مشرقی پاکستان کے موقع پر انہوں نے فخریہ اعلان کیا تھا کہ 'خدا کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ تھے۔' ایسے لوگوں کے کئے گئے دینی فیصلہ کی حیثیت کیا ٹھہرتی ہے؟

iii-حقیقت یہ ہے کہ ربوہ اسٹیشن پر طلبہ کی ہلڑ بازی سے لے کر دوسری آئینی ترمیم کی منظوری تک یہ سارا معاملہ ایک سیاسی کھیل تھا۔ جس میں مولوی اپنی دانست میں بھٹو صاحب کو استعمال کر کے اپنے دیرینہ منصوبہ کو پورا کر رہے تھے اور دوسری طرف بھٹو صاحب مولویوں کے کندھوں پر سوار اپنے اقتدار کو ہمیشگی دینے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اسی پس منظر میں یہ جان کر کہ مفتی محمود صاحب اس ترمیم کا کریڈٹ خود لے رہے ہیں بھٹو صاحب نے اپنے رنگ میں بے ساختہ یہ سوال کیا کہ 'تو کیا وہ لڑکے مفتی محمود کے باپ نے بھیجے تھے؟' اور یوں یہ ظاہر کر دیا کہ اس معاملہ کی ابتداء بھی ان کی پلاننگ کے تحت تھی۔

اس ترمیم کی سیاسی بنیاد کا اعتراف الطاف حسین قریشی صاحب نے بعد میں ان الفاظ میں کیا:

''جناب بھٹو صاحب نے مذہبی جذبہ کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا تھا پھر کیا وہ ایک سیاسی فیصلہ تھا؟ واقعات اس کٹھن سوال کا جواب اثبات میں دیتے ہیں۔''

(اردو ڈائجسٹ لاہور مارچ 1976)

iv- آنحضرت ﷺ نے کسی شخص کے مسلمان قرار دئے جانے کے لئے اس کا کلمہ پڑھنا کافی سمجھا اور اس بدظنی کو کہ یہ پڑھنے والا دل میں کوئی اور خیال رکھتا ہے آپؐ نے سختی سے رد فرمایا جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا جب انہوں نے کلمہ پڑھ لینے والے ایک شخص کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ اس نے یہ دل سے نہیں پڑھا تھا۔ اس موقع کا درج ذیل مکالمہ اس باب میں یقیناً حرف آخر ہے۔

فرمایا 'اے اسامہ! تم نے اسے کلمہ توحید پڑھ لینے کے باوجود قتل کر دیا؟ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا 'افلا شققت عن قلبه حتى تعلم اقالها ام لا' کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ

اس نے دل سے کہایا نہیں؟ آپؐ بار بار یہ بات دہراتے تھے'۔

(بخاری کتاب المغازی باب اسامہ بن زید)

ایک اور موقع پر آنحضرت ﷺ نے مسلمان کی یہ تعریف فرمائی:

'من صلی صلو تنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی له ذمته الله و ذمته رسول الله'

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: جو شخص بھی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے اور اسے خدا اور اس کے رسول کی حفاظت حاصل ہے۔

اس دوسری ترمیم کے ذریعہ یہ اعلان کیا گیا کہ گویا آں حضرت ﷺ کے ارشاد، آپؐ کی سنت اور آپؐ کی بیان فرمودہ مسلمان کی تعریف درست نہ تھی اور اسکی اصلاح کرتے ہوئے اب مسلمان ہونے کے لئے نئی شرائط کا اضافہ کیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ

v- مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی جس کے سربراہ خود حضرت محمد مصطفی ﷺ تھے۔ آپؐ نے انتظام حکومت کے ضروریات کے تحت مردم شماری کا حکم دیا۔ پوچھا گیا کسے مسلمان شمار کیا جائے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

اکتبوالی من تلفظ بالاسلام من الناس

(صحیح بخاری کتاب الجهاد)

ترجمہ: لوگوں میں سے جو زبان سے اسلام کا اقرار کرنے والے ہیں انہیں میرے لئے شمار کرو۔

اس ارشاد رسولؐ کے برعکس اس دوسری ترمیم کے تتبع میں آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسلمان ہونے کا زبانی اقرار نا کافی سمجھا گیا ہے اور یوں عملاً یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمودہ اور سنت درست نہ تھا اب اس میں اصلاح کر دی گئی ہے۔ نعوذ باللہ

vi- ابتدائے اسلام سے آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے مطابق مسلمان ہونے کے لئے یہ طریق رہا ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھا جائے اور گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ یہی طریق اب بھی تمام امت مسلمہ میں جاری ہے تاہم دوسری ترمیم کے بعد پاکستان میں مسلمان قرار پانے کے لئے نئی شرائط والے ایک حلف نامے پر دستخط ضروری ہیں اور یہاں کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا پڑھنا مسلمان ہونے کے لئے ناکافی قرار دیا گیا ہے اور یوں ان سب مسلمانوں کے اسلام کی نفی کر دی گئی ہے جو گزشتہ پندرہ سو سالوں میں صرف یہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

یہ جرأت اس لحاظ سے بھی قابل فکر ہے کہ قرآن کریم تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ

اليوم اكملت لكم دينكم

(المائدہ : 4)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

لیکن یہ کیسی تکمیل دین تھی کہ مسلمان ہونے کا طریق صدیوں بعد دوسری ترمیم کے ذریعہ طے ہوا۔ گویا سارے درمیانہ عرصہ میں اسلام نامکمل رہا؟

vii- دوسری ترمیم کے ذریعہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی سنت کے بارے میں یہ شکوک پیدا کرنے کی یہ کوشش ارباب اقتدار نے اپنے مفاد دیکھتے ہوئے اس گروہ کے مطالبہ پر اور اس کو محض اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے لئے کی جس کا روزگار مذہب کے نام پر سیاست کرنا ہے۔ گو ان پر علمائے دین کا لیبل لگا ہوا ہے۔ تنگ نظری، عدم رواداری اور تشدد ان کا طریق ہے اور حکومت کو دبائے رکھنے کے لئے جلسے، جلوس، مظاہرے اور فتوے جن کا ہتھیار ہے۔

ان علماء کے اس منفی کردار کو دیکھ کر کیا آپ کی توجہ درج ذیل پیش خبریوں کی طرف نہیں جاتی جو آنحضرت ﷺ نے اس زمانے کے ان مولویوں کے بارے میں فرمائی تھیں:

علماء هم شر من تحت اديم السماء من عندهم تخرج الفتنته و فيهم تعود

(مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ 38)

ترجمہ: ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے ان ہی سے فتنے اٹھیں گے اور انہی میں لوٹ جائیں گے۔

تكون في امتى نزعته فيصير الناس الى علما ئهم فاذاهم قردة و خنا زير

(کنز العمال صفحہ 190/7)

ترجمہ: میری امت پر ایک زمانہ اضطراب و انتشار کا آئے گا لوگ اپنے علماء کے پاس رہنمائی کی امید سے جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سوروں کی طرح پائیں گے۔

viii- حقیقت یہ ہے کہ اس دوسری ترمیم اور اس کے تحت شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لئے مجوزہ فارموں پر مسلمان ہونے کے حلف نامے خود اپنی ذات میں توہین رسالت بھی ہیں اور توہین قرآن بھی۔ پھر اس ترمیم کے تتبع میں 1984 میں نافذ کئے جانے والے ظالمانہ قوانین اور ان پر عمل درآمد کے لئے خدا کے گھروں سے اللہ اور رسول کے نام کو بالجبر مٹانے اور بعض دفعہ اس عمل کی قانون کے نگہبانوں کو اپنی نگرانی میں

جمعداروں کے ذریعہ سرانجام دہی اللہ اور رسول کے ناموں کی ایک شرمناک توہین تھی۔

آج جو پاکستان پر خوف اور بد امنی کے گہرے سائے مسلط ہیں ہر روز اخبارات اندوہناک خبروں سے بھرے ہوتے ہیں ہر دن گزشتہ دن سے خراب چڑھتا ہے اور ہر میدان میں ملک مسلسل زوال پذیر ہوتا چلا جا رہا ہے کیا یہ سب اس توہین کے نتیجہ میں اترنے والا عذاب الٰہی نہیں؟

ix- کسی اسمبلی کا اپنی حد سے تجاوز کر کے کسی مذہبی نقطہ نظر اور اس کے ماننے والوں کے بارے میں دوسری ترمیم کی شکل کا فیصلہ کوئی پہلی دفعہ نہیں ہوا۔ مذہبی تاریخ میں پہلے بھی کئی بار قوموں کے بڑوں نے باہم اتفاق کر کے طاقت کے زعم میں اختلاف عقیدہ کے جرم میں چھوٹی جماعتوں کے خلاف سزا دہی کے فیصلہ کیے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا فیصلہ، نمرود کی مشاورتی مجلس کا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے کا فیصلہ فلسطین میں قیصر کے نمائندوں نے کیا۔ آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب کے معاشرتی بائیکاٹ اور شعب ابی طالب میں نظر بندی کا فیصلہ سرداران مکہ کی مجلس نے کیا اور ایسی ہی ایک مجلس نے ہجرت سے قبل آنحضرت ﷺ کو قتل کر دینے کے فیصلہ پر بھی جرأت کی۔

کمیٹیوں، جرگوں اور اسمبلیوں کے ان فیصلوں کے رد میں خدائی تقدیر کس طرح ظاہر ہوئی یہ بھی تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی عظمتِ شان پر ان سے ذرہ برابر فرق نہ پڑا ہاں نمرود اور اس کے ساتھی، یہودی فریسی اور سرداران قریش جس بد انجام سے دوچار ہوئے یہ سب کے سامنے ہے۔ پاکستان میں بھی دوسری ترمیم کا سہرا اپنے سر باندھنے والے اور اس پر عمل درآمد کے لئے 1984 میں آرڈیننس نافذ کرنے والوں کا انجام اہل نظر کے لئے مقام عبرت ہے۔

x- کہتے ہیں عیبش جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ سو دوسری ترمیم کا ایک مثبت پہلو بھی ہے۔ اس ترمیم کی منظوری پر اخبارات میں یہ خبر اس اظہار کے ساتھ شائع ہوئی کہ امت کے بہتر فرقوں نے اتفاق رائے سے احمدیوں کے خلاف فیصلہ کر دیا ہے اور اس اتفاق پر بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار بھی ہوا مثلاً اخبار نوائے وقت نے زیر عنوان 'بہتر فرقوں کا اجماع' اپنی رائے کا اظہار کیا اور لکھا:

"اسلام کی تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا.......... قادیانی فرقہ کو چھوڑ کر جو بھی 72 فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں سب کے سب اس حل پر متفق اور خوش ہیں۔"

(نوائے وقت 16 کتوبر 1974)

72 اور ایک کی اس تعیین سے آنحضرت ﷺ کی ایک اور پیشگوئی پوری ہوگئی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین و سبعین ملته و تفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة و احدة ، قالو:من هی یا رسول الله؟ قال: ما انا علیه و اصحابی"

(ترمذی کتاب الایمان 2/89)

ترجمہ: بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقہ کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کون سا ہے۔ تو حضور نے فرمایا وہ فرقہ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا۔

اس پیشگوئی کی وضاحت میں مولوی مودودی صاحب نے لکھا:

"اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کر دی گئی ہیں ایک تو یہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی اور دوسری یہ کہ نہایت اقلیت میں ہوگی۔"

(ترجمان القرآن جنوری فروری 1945 صفحہ 176)

یہ بوالعجبی بہرحال اپنی جگہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ 72 غلط ہوں گے اور ایک درست اور یہاں قوم کو اس بات سے بہلایا گیا ہے کہ 72 صحیح ہیں اور ایک غلط۔

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مکرم شامی صاحب!

بات کچھ لمبی ضرور ہوگئی ہے لیکن امید ہے کہ آپ درگزر کر کے اس سخن گسترانہ پر توجہ فرمائیں گے۔ ہم سب کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کل جب حساب کا وقت آئے گا تو ہمیں خود اپنے کئے کا حساب دینا ہوگا اور اس وقت وہ مضبوط سہارے جن پر تکیہ کر کے ہم دنیا میں حق وانصاف کو نظر انداز کر دیتے ہیں ہمیں چھوڑ چکے ہونگے اور یوں وہ ایک مشکل گھڑی ہوگی۔

نیاز مند

جمیل احمد بٹ
پوسٹ بکس نمبر 4766
کراچی

☆......☆......☆......☆......☆

اے ملّتِ اسلام کے معصوم شہیدو!

مبارک احمد ظفؔر

بھولے گا نہ وہ لمحہء شورِ قیامت
پھٹتا ہے جگر لکھوں جو تفصیلِ شہادت
کس کس کا لہو تھا جو سرِفرشِ عبادت
بہتا تھا اٹھائے ہوئے اک بارِ امانت
ہر قطرہَ خوں سے چھلکتی تھی اطاعت
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

وہ نورِ یقیں تھا کہ دمکتا تھا جبیں پر
جاں وار دی قائم رہے دینِ متیں پر
کل تک تو رہا کرتے تھے آپ زمیں پر
رتبے ہیں بلند آج مگر عرشِ بریں پر
کیوں ناز فرشتے نہ کریں ایسے مکیں پر
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

یہ روزِ قیامت ہے سناتے رہے قاتل
بارُود تھا ہاتھوں میں چلاتے رہے قاتل
پھر گولیاں سینوں پہ سجاتے رہے قاتل
بے خوف و خطر خون بہاتے رہے قاتل
چھینٹے جو لہُو کے تھے اُڑاتے رہے قاتل
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

توحیدِ حقیقی کے پرستار ہوئے تم
پھر دینِ محمدؐ کے وفادار ہوئے تم
قرآن کی عظمت کے علمدار ہوئے تم
مہدیؑ کی محبت میں گرفتار ہوئے تم
بس جرم یہی تھا جو سزاوار ہوئے تم
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

ہنستے ہوئے ہونٹوں سے پیا جامِ شہادت
مقبول ہوئی عرش پہ کیا خوب عبادت
اک جست میں پا گئے پہلوں کی رفاقت
سکھلا گئے دُنیا کو عجب طرزِ شجاعت
یہ شان تمہاری تھی مسیحا کی کرامت
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

رنگ لائے گا جب آپ کا خوں دیکھے گی دُنیا
مٹ جائے گا ظالم کا جنوں دیکھے گی دُنیا
مُلاّؤں کا اب حالِ زبوں دیکھے گی دُنیا
اغیار کا سر ہوگا نِگوں دیکھے گی دُنیا
پھر عرش سے اترے گا سکوں دیکھے گی دُنیا
اے ملتِ اسلام کے معصوم شہیدو
بہتے ہوئے اشکوں سے میں دیتا ہوں سلامی

رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام
حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی کچھ یادیں

عبدالہادی ناصر، نیویارک

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جو شاہجہانپور میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک جیّد عالم تھے۔ آپ کا قد دراز، چہرہ نورانی، گفتگو مسحور کُن اور شخصیت سحر انگیز تھی۔ اس ہستی سے جو بھی ملا گرویدہ ہوگیا۔ اور دوبارہ ملنے کا آرزومند رہا۔

جس کسی نے آپ سے ملاقاتیں کیں وہ ملاقاتیں اور وہ باتیں اُن کی زندگی کا قیمتی سرمایہ بن گئیں۔ آج جب کہ اس وجود کو ہم سے جدا ہوئے نصف صدی بیت گئی ہے لیکن اُس پُرکشش ہستی کی یادیں ذہن سے محو نہیں ہوسکیں۔ آج بھی روح کو گرما دیتی ہیں

برسوں کی دُوریوں میں ٹوٹے نہ فاصلے
لایا قریب رُوح کے ہر فاصلہ اُسے

پچاس کی دہائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اکثر صحابہ موجود تھے۔ احباب جماعت بڑے اشتیاق سے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ راقم الحروف کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں اُن کی مجلس میں حاضر ہوتا اور اُن کی پُرکیف اور ایمان افروز گفتگو سنتا۔ اُن صحابہ میں سے ایک صحابی حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری تھے۔ حضرت حافظ صاحب پر بہت سے گراں قدر اور ایمان افروز مضامین لکھے گئے اور آئندہ بھی بہت کچھ لکھا جائے گا۔ حضرت حافظ صاحب کے متعلق لکھنے کی میری یہ غرض ہے کہ وہ باتیں جو حضرت صاحب نے مجھ سے کیں یا وہ شواہد جس کا مجھے علم ہے میں اُن احباب کو پہنچادوں جن کو ان کا علم نہیں اور خاص طور پر اُن عزیزوں کو بتاسکوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کو نہیں ملے۔ تاکہ وہ بھی اپنے بزرگوں کے حالات سن کر یہ اندازہ لگاسکیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گلستان میں کتنے خوش رنگ اور کتنے خوش نما پھول کھلے جن کی خوشبو آنے والی نسلوں کو معطر کرتی رہے گی۔ نیز اُن کے اُس عشق کا بھی اندازہ ہوسکے جو اُن کو اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

میری پہلی ملاقات حضرت حافظ صاحب سے 1956 میں ہوئی۔ جن دنوں آپ عبدالباسط صاحب کے کچے کوارٹر میں رہائش پذیر تھے۔ یہ کوارٹر ربوہ میں مسجد محمود کے پاس تھا۔ وہ منظر آج بھی مجھے نہیں بھولا جب میں نے ایک دن حافظ صاحب کے دروازہ پر عصر کے بعد دستک دی تھی۔ اور اندر سے آپ نے فرمایا ''اندر آجائیں'' یہ پہلی آواز تھی جو میں نے حافظ صاحب کی سنی، آواز میں کمزوری تھی لیکن خلوص سے پُر تھی۔ میں نے مصافحہ کیا اور تعارف کروایا۔ حافظ صاحب نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے ملاقات کی غرض بتائی کہ آپ کی زیارت مطلوب تھی اور دعا کی درخواست کرنی تھی۔

اکثر عصر کے بعد احباب حافظ صاحب کو ملنے آتے۔ جن میں سلسلہ کے جیّد علماء ہوتے۔ جب میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ احباب آنے شروع ہوگئے ہیں تو میں نے مناسب سمجھا کہ حافظ صاحب سے اجازت لے کر چلا جاؤں۔ جب میں نے حافظ صاحب سے اجازت چاہی تو حافظ صاحب نے فرمایا کہ میاں تم پہلی بار آئے ہو ابھی کچھ اور دیر میرے پاس بیٹھو۔ حافظ صاحب کے ارشاد پر پھر بیٹھ گیا۔ جو علماء اس دن ملنے آئے اُن میں سے قابل ذکر سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب تھے۔ جو اُن دنوں تجرید بخاری لکھ رہے تھے اور اپنا مسودہ ہر روز حافظ صاحب کو سنانے آتے تاکہ اردو کی نوک پلک درست ہوجائے۔ حافظ صاحب

اغلاط کی اصلاح کرتے اور ساتھ ساتھ لسانی قواعد کی وضاحت کرتے اس کی وجہ بھی بتاتے۔ اس طرح اردو ادب کے رموز سے آگہی ہو جاتی۔ مجھے حافظ صاحب کی مجلس بہت اچھی لگی۔ میں نے حافظ صاحب سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں عصر کے بعد آپ کی صحبت میں حاضر ہو جایا کروں۔ حافظ صاحب نے فرمایا بڑی خوشی سے آؤ ہم نے کب لوگوں کیلئے اپنا دروازہ بند رکھا ہے۔ چنانچہ عصر کے بعد حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا میرا معمول بن گیا۔

حضرت حافظ صاحب کے علم و فضل کے متعلق یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ کس پایہ کے عالم تھے۔ حافظ صاحب اردو ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اُن کی شخصیت پاکستان کے اس وقت کے بڑے بڑے ادیبوں میں مسلّم تھی۔ اردو ادب میں وہ ''اتھارٹی'' تھے۔ بڑے بڑے غیر از جماعت ادیب اصلاح کی خاطر ربوہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اردو ادب کی گھتیاں سلجھاتے۔ اُن میں قابل ذکر پاکستان کے عظیم ادیب غلام رسول مہر، مولانا عبدالمجید سالک، اکثر ثاقب زیروی کے ساتھ لاہور سے ربوہ حضرت حافظ صاحب سے صلاح کیلئے حاضر ہوتے اور اپنی ادبی پیاس بجھاتے۔

علماء سلسلہ اکثر اپنی تصانیف کی نوک پلک درست کرانے اپنے مسودات چھوڑ جاتے۔ حافظ صاحب مزید مشوروں سے اُن کو مزیّن کرتے۔ آپ کی میز پر مسوّدات کا ڈھیر لگا ہوتا۔ حضرت حافظ صاحب کی محفل کیا تھی ایک علم و حکمت کا دربار تھا۔ کونسا موضوع تھا جو زیر بحث نہ آتا تھا۔ غرض یہ کہ قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، تصوف، منطق اور فلسفہ ہر موضوع پر بات ہو رہی ہوتی۔ اہلِ علم آپ سے سوال پوچھتے۔ حافظ صاحب اُن کے جوابات دیتے۔ آپ پلنگ پر نیم دراز گاؤ تکیہ پر ٹیک لگائے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود گھنٹوں بولتے۔ جب گفتگو کا آغاز ہوتا، آواز میں ذرا ضعف ہوتا مگر جوں جوں سلسلہ کلام بڑھتا تو آواز بلند اور پُر شوکت ہوتی چلی جاتی۔

آپ کا غضب کا حافظہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی عبارتوں کی عبارتیں از بر تھیں جو کہ حوالہ کے طور پر زبانی بیان کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کو اکثر صفحات کے نمبر یاد ہوتے اور یہ بھی اُن کو معلوم ہوتا کہ یہ حوالہ حاشیہ میں فلاں عبارت سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت حافظ صاحب اردو کے قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ امیر مینائی کے شاگرد ہونے پر بہت فخر کرتے تھے۔ آپ امیر مینائی کا یہ شعر اکثر پڑھتے تھے جو اُن کو بہت پسند تھا ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیؔر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اپنے استاد کے اکثر اشعار بطور سند دَوران گفتگو پڑھتے تھے۔ اپنے استاد کی طرح آپ کا کلام بہت طویل ہوتا تھا جو کئی صفحوں پر محیط ہوتا۔ امیر مینائی کے دیوان ''صنم خانہ عشق'' میں کوئی غزل 35 شعروں سے کم نہیں تھی۔ حافظ صاحب اپنے استاد سے بھی لمبی نظمیں لکھتے تھے۔ حافظ صاحب کا کلام سلسلہ کے رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا غیر مطبوعہ کلام جو میں نے آپ کے پاس دیکھا وہ کہیں زیادہ تھا۔ ایک دفعہ میں نے حافظ صاحب سے درخواست کی کہ آپ ان سب کو اکٹھا کر کے دیوان کی صورت میں شائع کیوں نہیں کر دیتے۔ جس کے جواب میں فرمایا کہ میرے دیوان سے سلسلہ کے کام زیادہ اہم ہیں۔

آپ نے جن صفحات پر اپنا کلام لکھا تھا اُس کو انہوں نے ایک کپڑے میں باندھا ہوا تھا جو کہ اچھی خاصی گٹھڑی تھی۔ آپ کے اردگرد مسودات اور کاغذات ہوتے تھے۔ آپ نے اس وقت کے مطابق گٹھڑی میں باندھ کر محفوظ کرنا مناسب سمجھا۔ نہ معلوم وہ کاغذات اب کہاں پڑے ہیں۔ کاش کوئی ان کو دریافت کر کے اس نادر کلام کو شائع کر دے۔ یہ بھی سلسلہ کی ایک خدمت ہوگی۔ اور اردو ادب میں شاندار اضافہ۔ آپ جب کسی لفظ یا شعر کے متعلق بحث کر رہے ہوتے تو اُس کے ثبوت میں سند کے طور پر فصحاء ادب کے شعروں سے تین چار شعر پڑھ دیتے ہزار ہا شعر اُن کو یاد تھے۔ کسی بھی معترض نے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی شعر یا نثر پر اعتراض کیا' حافظ صاحب قدیم شعراء کے کلام سے ثابت کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ترکیب یا لفظ استعمال کیا ہے درست ہے۔ نہ صرف اردو بلکہ فارسی اور عربی پر کئے گئے اعتراضات سند کے ذریعے ثابت کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں کوئی غلطی نہیں۔ آپ نے اپنی ساری عمر اس کام کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ سند کے ضمن میں آپ اکثر اپنے استاد امیر مینائی کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ہم سند کیلئے لغت میں امیؔر
فصحاء کی زبان لیتے ہیں

حافظ صاحب کی مجلس میں اگر کوئی لفظ یا فقرہ غلط استعمال کرتا تو حافظ صاحب فوراً اُس کی تصحیح کردیتے اور اس کی وجہ بھی بیان کردیتے۔ مثال کے طور پر ایک صاحب حافظ صاحب کی ملاقات کیلئے آئے تو حافظ صاحب نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے تو کہنے لگے کہ کل مجھے کافی بخار تھا اس لئے کل حاضر نہ ہوسکا۔ حافظ صاحب مسکرائے اور کہا کہ آپ کو کافی بخار تھا۔ کافی کا مطلب یہ ہوا کہ جتنا آپ بخار چاہتے تھے اتنا ہی تھا تو پھر آپ کو بخار سے کیا شکوہ، آپ کو کہنا چاہیئے تھا کہ تیز بخار تھا۔

ایک صاحب نے دوران گفتگو یہ کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مُـلْهِـمْ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مُلْهِم تو خدا تعالیٰ ہوتا ہے جو الہام کرتا ہے۔ جس کو الہام ہوتا ہے اس کو مُلْهَمْ کہتے ہیں۔ مُلْہِمْ اسم فاعل ہے اور مُلْهَم اسم مفعول ہے۔ اسم فاعل ہ کی زیر سے اور اسم مفعول ہ کی زبر سے آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اکثر لوگ بہت سے ایسے الفاظ اصول کو نہ جاننے کی وجہ سے بول جاتے ہیں۔ اسی طرح حافظ صاحب کی مجلس میں کچھ ادیب بیٹھے ہوئے تھے۔ بحث اردو کی فصاحت و بلاغت کے متعلق چل نکلی۔ تو ایک ادیب نے کہا کہ فصاحت و بلاغت کے بعض امام کہتے ہیں کہ اگر کلام میں دو سے زائد اضافتیں استعمال ہوں تو کلام بلاغت سے گر جاتا ہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ چاہیئے بلاغت والے اپنے اصول کو درست کریں اگر رئیس الشعراء مرزا غالب دو سے زیادہ اضافتیں استعمال کرتا ہے تو کلام بلاغت سے نہیں گرتا بلکہ شعر میں حسن آجاتا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے فی الفور غالب کے تین چار شعر پڑھ دیئے۔ میں اُن میں سے صرف دو شعروں پر اکتفا کروں گا ؎

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

اس شعر میں داغِ فراقِ صحبتِ میں تین اضافتیں واقع ہوئی ہیں شعر کے حسن میں کمی نہیں آئی بلکہ سامع میں بھی بھلا لگتا ہے۔ دوسرا شعر جس میں غالب نے تین اضافتیں استعمال کی ہیں ؎

ہاں نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری واہ واہ!
پھر ہوا ہے تازہ سودائے غزل خوانی مجھے

اس شعر میں نشاطِ آمدِ فصلِ تین اضافتیں واقع ہوئی ہیں لیکن شعر بلاغت سے نہیں گرا۔

حافظ صاحب نے غالب کا ایک اور شعر بھی پڑھا جس میں چار اضافتیں استعمال ہوئی ہیں۔ مگر وہ شعر میرے حافظے سے محو ہوگیا ہے میں جانتا ہوں کہ یہ لغت اور فصاحت و بلاغت کی خشک بحث قارئین کو پسند نہیں آئی ہوگی۔ لیکن ایک جیّد عالم اور نابغہ روزگار ہستی کا اندازہ اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اردو ادب کے رموز کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو کچھ اس ضمن میں بیان ہوا ہے یہ صرف مثال کے طور پر بیان ہوا ہے ورنہ یہ ایسی طویل بحثیں ہیں جو حافظ صاحب کی مجلس میں ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے میں آپ کی مجلس کو علم و ادب کا دربار کہتا ہوں۔ جہاں سارے علوم دربان کے طور پر حافظ صاحب کے حضور کھڑے رہتے تھے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ میں حافظ صاحب کی اجازت سے عصر کے بعد آپ کی مجلس میں حاضر ہوجاتا تھا۔ جب تک دوسرے احباب نہ آتے تو میں اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے کچھ سوال آپ سے پوچھا کرتا۔ ایک دفعہ میں نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ آپ شاہجہانپور سے قادیان ہجرت کرکے کیوں آئے۔ کس چیز نے آپ کو قادیان آنے پر آمادہ کیا۔ اسکے جواب میں حافظ صاحب نے فرمایا کہ جن دنوں ہم شاہجہان پور میں رہتے تھے ہمیں اہل زبان ہونے پر بہت فخر تھا اور اردو زبان کو گھر کی لونڈی سمجھتے تھے۔ ان دنوں کی بات ہے کہ کسی نے ہمیں آکر کہا کہ سنا ہے کہ پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک جاٹ آج کل اردو میں بہت سی کتابیں لکھ رہا ہے۔ ہم یہ سُن کر بہت ہنسے کہ پنجاب کا جاٹ کیا اردو لکھے گا۔ اتفاقاً چند دنوں کے بعد کسی نے ہمیں ایک کتاب لاکر دی اور کہا کہ یہ اس جاٹ کی کتاب ہے۔ جب ہم نے اس کتاب کا ایک صفحہ پڑھا تو ہم اپنا سر تھام کر بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ یہ کیسا جاٹ ہے جو اتنی فصیح اردو لکھتا ہے۔ اور ایک صفحہ پر اتنی معرفت کی

بات لکھ گیا ہے۔ ہم تو حیران رہ گئے۔ پھر کیا تھا اور کتابیں منگوائیں ان کو پڑھا اور پھر اس کے لکھنے والے کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور قادیان آ گیا۔ اور پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ اور حضرت مسیح کے قدموں میں راحت محسوس کی۔ اور پھر ساری زندگی میں نے اس مقصد کیلئے وقف کر دی کہ اگر کوئی معترض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اردو، فارسی اور عربی تحریر پر کوئی انگلی رکھے گا تو میں اس کا دفاع کروں گا۔ اور اُٹھنے والے ہر اعتراض کا جواب دونگا۔ چنانچہ ہم نے ثابت کر دیا کہ کسی نہج سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر میں کوئی جھول اور غلطی نہیں۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ بچا تُلا ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی صداقت کیلئے کوئی بھی نشان نہ دکھاتے تو اُن کی صداقت کا صرف یہی ایک نشان کافی تھا کہ آپ نے اردو، فارسی، عربی میں 90 کے قریب کتب لکھیں۔ کوئی لفظ اور کوئی فقرہ گرائمر کے قواعد کے خلاف نہیں۔

ایک دن میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ مودودی صاحب نے بھی بہت سی کتب لکھی ہیں۔ کیا ہم ان کو عالم کہہ سکتے ہیں؟ یہ سن کر حافظ صاحب نے فرمایا کہ پھر کہو تم نے کیا کہا ہے۔ میں نے دوبارہ سوال دہرایا تو حافظ صاحب نے فرمایا کیا تم اُن کو عالم سمجھتے ہو۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ سامنے شیلف پر مودودی صاحب کی ساری کتب پڑی ہوئی ہیں۔ اُٹھو اور وہاں سے کوئی ایک کتاب اُٹھا کر لاؤ۔ چنانچہ حسبِ ارشاد میں اُٹھا اور درمیان سے ایک کتاب نکالی اور آپ کے پاس لے آیا۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ اس کتاب کو کہیں سے کھولو۔ چنانچہ میں نے کتاب درمیان میں سے کھولی۔ پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ کہیں سے ایک پیراگراف پڑھو۔ میں نے ایک پیراگراف پڑھا۔ پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ اب اس پیراگراف کی سطریں گنو۔ میں نے گن کر حافظ صاحب کو بتایا کہ 19 سطریں ہیں۔ پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ تم اکثر میرے پاس آ کر بیٹھتے رہے ہو۔ اور تمہارے سامنے مختلف اوقات میں لسانی قواعد پر گفتگو ہوتی رہی ہے۔ اور تم نے اُن کو سنا ہوا ہے۔ لہٰذا اُن اصولوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تم اس میں سے غلطیاں نکالو۔ حافظ صاحب نے جب یہ بات کہی تو میں اس امتحان سے ڈر گیا۔ چونکہ آپ کا یہ حکم تھا لہٰذا میں نے بڑے غور سے ایک ایک سطر کو پڑھا اور حافظ صاحب کے بیان کردہ اصولوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تین غلطیاں نکالیں۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ تم نے تین غلطیاں نکالی ہیں۔ اس کے علاوہ تین اور غلطیاں ہیں۔ اور فرمایا کہ 19 سطروں میں جب 6 غلطیاں ہوں اور پھر اُن کو یہ بھی گمان ہو کہ وہ اہلِ زبان ہیں تو کیا تم ایسے شخص کو عالم کہو گے۔ یہ تو صرف اردو ادب کا حال ہے۔ علم وحکمت اور فہم قرآن کی ایک علیحدہ بحث ہے۔ حافظ صاحب نے مجھے کہا کہ مودودی صاحب دہلی کے رہنے والے ہیں۔ اور ان کے دادا سیّد حسن شاہ صاحب جو سجادہ نشین تھے۔ اُن کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار مباہلہ میں چیلنج دیا تھا اور مباہلہ کا یہ اشتہار 105 علماء، مشائخ اور سجادہ نشینوں کو بذریعہ رجسٹری علماء کو بھجوایا تھا۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مقابل پر آئے۔ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ یہ اشتہار ''انجام آتھم'' میں مع ناموں کے موجود ہے۔ حافظ صاحب نے ''انجام آتھم'' میں وہ مقام بھی بتایا جہاں مودودی صاحب کے دادا کا نام درج تھا۔

ایک دن دورانِ گفتگو تعلق باللہ کا مضمون شروع ہو گیا۔ جس پر حافظ صاحب نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے اس وقت تعلق قائم ہوتا ہے جب تعلق قائم کرنے والا استقامت اختیار کرتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ سورۃ انشقاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے انسان تجھے ضرور اپنے ربّ کی طرف سخت مشقت کرنے والا بننا ہوگا پھر تلاقی ہوگی''۔

اسی طرح سورۃ العنکبوت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں تو ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔''

حافظ صاحب نے فرمایا کہ اکثر لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو یوں سمجھتے ہیں کہ چند مہینے عبادت کی ادھر اُن کا تعلق قائم ہو گیا۔ اور پھر جب اُن کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہمارا تعلق قائم نہیں ہوا تو شکوہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں حافظ صاحب نے ایک واقعہ بشیر احمد آرچرڈ کا سنایا۔ جو برطانیہ کے انگریز تھے۔ جنہوں

نے 1945 میں احمدیت قبول کی اور اپنی زندگی وقف کردی تھی۔اور قادیان آگئے تھے۔اور پھر تادمِ حیات برطانیہ میں مبلغ رہے۔اور خداتعالیٰ کے فضل سے اپنی نیکی اور تقویٰ سے خداتعالیٰ کے ساتھ اُن کا خاص تعلق تھا۔اُن کے متعلق حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ جن دنوں بشیر احمد آرچرڈ نئے نئے قادیان آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دفتر والوں کو ہدایت کی کہ اُن کو حافظ مختار احمد شاہجہانپوری کے پاس لے جاؤ۔تاکہ وہ اُن کی صحبت میں کچھ دیر رہیں۔حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ پہلے دن آئے تو اُنہوں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو میں مجھے کہا کہ کیا ٹم کو انگلش آتا ہے تو میں نے کہا نہیں۔تو پھر کہا کہ کیا ٹم کو جرمن آتا ہے، تو میں نے کہا نہیں۔تو پھر پوچھا کہ کیا ٹم کو کچھ فرنچ آتا ہے تو میں نے کہا نہیں تو پھر بشیر آرچرڈ کہنے لگے نہ ٹم کو انگلش آتا ہے، نہ ٹم کو جرمن آتا ہے نہ فرنچ آتا ہے تو پھر ٹم کو کیا آتا ہے۔حافظ صاحب نے فرمایا کہ جب چند روز میرے پاس بیٹھنے سے کچھ سوجھ بوجھ آنی شروع ہوگئی تو ایک دن اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ میں کچھ مہینوں سے نماز پڑھ رہا ہوں مگر مجھے خدا نہیں ملا۔جس پر میں نے انہیں کہا کہ ہمارے انجمن کے دفتر میں ٹیلیفون ہے۔جاؤ اور جاکر برطانیہ کے بادشاہ ایڈورڈ کو فون کرو کہ میں قادیان میں ہوں مجھے آکر مل لیں۔تو بشیر آرچرڈ نے کہا کہ برطانیہ کا بادشاہ مجھے نہیں جانتا وہ مجھے ملنے کیسے آسکتا ہے۔کیا کوئی بادشاہ بھی کسی کو ملنے آسکتا ہے تو میں نے کہا کہ ایڈورڈ تو ایک چھوٹے ملک کا بادشاہ ہے وہ آپ کو ملنے نہیں آسکتا تو وہ جو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اس کے متعلق آپ نے کیسے سوچ لیا کہ تعلق قائم کئے بغیر وہ آپ کو ملنے آئے گا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بشیر احمد صاحب آرچرڈ کو احمدیت قبول کرتے ہی خدا کی لقا کی جستجو شروع ہوگئی تھی۔اور پھر وہ وقت آیا کہ خداتعالیٰ سے تعلق رکھنے کی خواہش نے برطانیہ کے اس باسی کو روحانیت کے اُس اعلیٰ مقام پر لاکھڑا کیا کہ ہر ملنے والے کو ان پر رشک آتا اور ہر دیکھنے والا حیران ہو جاتا اور کہتا کہ کیا ایسی سوسائٹی سے ایسا انسان بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا کوئی فرشتہ اتر آیا ہو۔راقم الحروف نے اُن کو اُس وقت بھی دیکھا تھا جب وہ رائل انڈین آرمی میں کمشنڈ آفیسر تھے۔خوبصورت نوجوان تھے اور پھر زندگی وقف کرکے قادیان چلے گئے تھے اور پھر اُن کو بڑھاپے میں بھی دیکھا کہ نور فراست چہرہ سے عیاں تھی۔اسی طرح خداتعالیٰ نے علم سے بھی نوازا تھا۔مجھے امید ہے کہ خداتعالیٰ کی محبت کا یہ متلاشی جب خداتعالیٰ کے حضور پیش ہوا ہوگا تو خداتعالیٰ نے یہ ضرور کہا ہوگا اے میرے بندے تجھے میری لقاء کی تڑپ تھی۔آ مجھے مل اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بچپن کے حالات سنا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ صاحبزادہ مرزا محمود کو مولانا حکیم نورالدین صاحب سے بہت لگاؤ تھا۔جو بھی نئی چیز اُن کو ملتی سب سے پہلے اُسے دکھانے کیلئے آپ مولانا حکیم نورالدین صاحب کے پاس لے کر آتے۔آپ دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔جس طرح بچوں کی دلجوئی کی جاتی ہے آپ دلجوئی کرتے۔ایک دفعہ صاحبزادہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ضد کی کہ مجھے ایک گاڑی لادیں۔اس وقت قریباً چھ یا سات سال کے ہوں گے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بڑھئی کو بلایا اور فرمایا کہ محمود ضد کررہا ہے کہ مجھے گاڑی لادیں۔بڑھئی نے چار پہیوں والی لکڑی سے خوبصورت گاڑی تیار کی۔جس میں ایک آدمی آسانی سے بیٹھ سکتا تھا۔گاڑی ملتے ہی صاحبزادہ صاحب فوراً حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کے مطب میں گاڑی دکھانے کیلئے پہنچے۔آپ نے فرمایا میاں گاڑی بہت خوبصورت ہے۔مجھے بھی اس میں بیٹھنے دو۔چنانچہ آپ گاڑی میں بیٹھ گئے۔پھر فرمایا میاں اب مجھے سیر بھی کراؤ پھر صاحبزادہ صاحب نے پیچھے سے دھکا لگا کر ایک چکر دیا۔جب ایک چکر ختم ہوا تو آپ نے اصرار کیا کہ میاں ایک چکر اور دے دو۔ہر چکر پر آپ اصرار کرتے کہ میاں ایک اور چکر۔لیکن جب چھ چکر پورے ہوگئے تو صاحبزادہ صاحب نے باوجود آپ کے بار بار اصرار کرنے پر یہ کہا کہ آپ اتریں اب میری باری ہے۔لہٰذا حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب اتر گئے۔حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے چھ سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ بنے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بچپن کا ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک دن صاحبزادہ صاحب کھیلتے کھیلتے حضرت مولانا نورالدین صاحب کے مطب میں آگئے۔یہی کوئی چھ یا سات سال کی عمر ہوگی۔آپ نے اُن کو پیار کیا اور پیار سے کہا کہ ”توں ای موعود بیٹا ایں۔تیرے پیو دا وی ایہی خیال اے۔تے میرا وی ایہی خیال اے“، یعنی تم ہی موعود بیٹے ہو اور آپ کے والد کا بھی یہی خیال ہے اور میرا بھی یہی خیال ہے۔حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ میں شاہجہانپور سے نیا نیا آیا تھا مجھے پنجابی کے بعض الفاظ سمجھنے میں دِقّت ہوتی تھی۔میں حضرت مولانا حکیم نورالدین

صاحب کی کچھ بات تو سمجھ گیا۔لیکن ''پیو'' کی سمجھ نہ آئی۔لہٰذا میں نے کسی سے پوچھا کہ ''پیو'' کس کو کہتے ہیں تو پتہ چلا کہ پنجابی میں ''پیو'' والد کو کہتے ہیں۔ پھر مجھے پوری سمجھ آئی کہ آپ کے والد صاحب کا یہ خیال ہے کہ آپ موعود بیٹے ہیں۔ اور میرا ابھی یہی خیال ہے۔

حضرت حافظ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق تھا۔ جب بھی آپ اُن کا ذکر کرتے آپ کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا یہی حال تھا۔ اُن کے شعور اور لاشعور میں اپنے محبوب کا چہرہ نقش تھا۔ جب بھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بات کرتے تو فرطِ محبت سے اُن کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔ جیسے عاشق کو اپنے محبوب کی ہر ادا پسند ہوتی ہے۔ اس کی ہر شئے کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی راہ گزر بھی محبوب دکھائی دینے لگتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی آپ کے عشق میں بیخود تھے۔ اس ضمن میں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بے خودی میں بھی ترا نام ہی منہ سے نکلا
تیری الفت کے خیالات کہاں تک پہنچے

ایک دن حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مجھے ملنے آتے ہیں۔تو میں کوشش کرتا ہوں کہ بہت سے لطیفے ان کو سناؤں۔ میں لطیفے اُن کو اس وجہ سے سناتا ہوں کہ وہ ہنسیں۔ جب وہ ہنستے ہیں تو اس طرح ہنستے ہیں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہنسا کرتے تھے۔ اس ہنسی میں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نظر آتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ آبدیدہ ہو گئے۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تھوڑی سی جھلک اُن کے دلوں کو راحت بخشتی تھی۔

حضرت حافظ صاحب کو اپنے ہونہار نوجوانوں پر بہت فخر تھا۔ ان کی اکثر دلجوئی فرماتے تھے۔ اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک دن عصر کے بعد قادیان کے محلّہ کی مسجد میں جا رہا تھا تو کسی نے پوچھا کہ حافظ صاحب آپ آج ہمارے محلّہ میں کیسے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ آج جامعہ کے طلباء کا تقریری مقابلہ ہے' وہ سننے جا رہا ہوں۔ تو اس شخص نے کہا کہ آپ جیسے عالم کو ان طلباء کو سننے سے کیا حاصل۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں ابوالعطاء کی روانی اور جلال الدین شمس کی نقطہ دانی سننے جا رہا ہوں۔ اسی طرح آپ حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب کا ذکر بڑے فخر سے کرتے۔ خاص طور پر اُن کی تقاریر کا بھی ذکر کرتے جو انہوں نے قضیہ کشمیر اور قضیہ فلسطین پر کی تھیں۔ اُن کی خداداد صلاحیت اور ذہانت کو سراہتے تھے اور اُن کو دعائیں دیتے تھے۔

میں نے ایک دفعہ حافظ صاحب سے اُن کی عمر کے متعلق پوچھا آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میاں یہ بات مجھ سے نہ پوچھو اگر عزرائیل نے سن لیا تو کہیں آ نہ دھمکے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ موت تو کوئی چیز نہیں جس سے ڈرا جائے۔ موت تو ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں داخل ہونے کا نام ہے۔ کیا تم ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جانے سے ڈرتے ہو تو میں نے کہا کہ بالکل نہیں۔ فرمایا تو موت سے کیا ڈر۔ دنیا اور عقبیٰ دونوں ہمارے ہی گھر ہیں۔ کہ جب ایک گھر میں رہتے رہتے تھک گئے تو دوسرے گھر چلے گئے اس پر حافظ صاحب نے امیر مینائی کا یہ شعر پڑھا

کیا ہستی وعدم کا کہیں حال اے امیرؔ
اس گھر سے تنگ جب ہوئے اُس گھر چلے گئے

حضرت حافظ صاحب کی طویل زندگی سلسلہ کی خدمت میں گزری ایک اندازے کے مطابق 100 سال سے کچھ زائد عمر پائی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا حافظہ دمِ واپسیں ہمیشہ قائم رہا اور سلسلہ کی خدمت آخری سانس تک کرتے رہے۔ اُن کی خدمات تاریخ احمدیت کے وہ سنہری اوراق ہیں جو ہمیشہ قائم رہیں گے۔ اور آنے والی نسلیں اُن کو کبھی بھی فراموش نہیں کریں گی۔ اُن کا وجود اُن وجودوں میں سے ہے جو ایک خلا پیدا کر دیتے ہیں اور پُر ہونے میں نہیں آتا ؎

جانے والوں کی کمی پوری کبھی ہوتی نہیں
آنے والے آئیں گے پھر بھی خلا رہ جائے گا

میرے دل نے چاہا کہ اس محسنِ احمدیت کے حضور یہ چند الفاظ لکھ کر نذرانہء عقیدت پیش کرے۔ اور یہ بھی باور کرا دے کہ نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی اُن کی محبت اور اُن کی یاد دل سے محو نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

☆......☆......☆......☆

فقط ایک مولا ہے جو دادرس ہے

امتہ الباری ناصر

وہ پیارے جو اپنے ہی خوں میں نہائے
بہت خوں رلایا بہت یاد آئے

ہے جانا تو سب کو ہے اک دن وہاں پر
ہے خوش بخت جو سرخ رُو ہو کے جائے

بلاوا انہیں آ گیا آسماں سے
وہ قربان گاہ میں نہا دھو کے آئے

خدا کو وہ پھولوں سے زیادہ حسیں ہیں
معطر ہیں جو زخم سینے پہ کھائے

یہ مولا کا ہے فضل جس کو نوازے
جسے چاہے جامِ شہادت پلائے

نہیں کہنا مردہ وہ زندہ ہیں برحق
انہیں مل گئے اپنے رازق کے سائے

بہت مضطرب ہوں گے آقا ہمارے
خدایا نہ ان پہ کوئی آنچ آئے

گرا ارضِ کابل پہ خونِ شہیداں
وہاں اک صدی سے بھلے دن نہ آئے

یہ پودا خدا کا لگایا ہوا ہے
جو آئے مقابل وہی منہ کی کھائے

یہ کس درسگاہ نے تراشے ہیں شیطاں
فرشتے جنہیں ایک پل کو نہ بھائے

مومن تو کیا وہ تو انساں نہیں ہیں
جو بیدردی سے اتنی لاشیں گرائے

خدا پر ہی چھوڑا ہے انصاف اس کا
جو ظالم نہتوں پہ گولی چلائے

ہم عاجز ہیں کمزور کیا لیں گے بدلہ
وہ قاہر شریروں پہ بجلی گرائے

فلک گیر ہے آہِ مظلوم و بے کس
جو ہم کو ستائے خدا سے ہی پائے

فقط اپنے مولا سے فریاد کی ہے
بہت ہم نے سجدوں میں آنسو بہائے

تڑپ کر بہت ہم نے کی ہیں دعائیں
ہلائے ہیں عرشِ الٰہی کے پائے

فقط ایک مولا ہے جو دادرس ہے
نہ کام آئے مشکل میں اپنے پرائے

لہو کے پیاسو، درندو، لٹیرو
بہت گھر اجاڑے بہت دل دکھائے

نہ جانے ہو تم کس بلا کے پیاسے
بہت سینے چیرے کلیجے جلائے

یہ قربانیاں رنگ لائیں خدایا
زمیں اپنی تا آسماں پھیل جائے

حفاظت کی نصرت کی چادر عطا کر
نہ ظالم کوئی ہاتھ ہم پر اٹھائے

خدایا فتوحات ایسی دکھا دے
ہر اک پونچھ لے آنسو اور مسکرائے

''معبودِ حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا''

فضل عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ مقالہ پر تبصرہ

از مولانا ہادی علی چوہدری صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا و مدیر اعلیٰ احمدیہ گزٹ کینیڈا

محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان وایڈیٹر اخبار بدر کا مذکورہ بالا مقالہ بعنوان ''معبودِ حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا'' فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کے تحت علمی تحقیق کے انعامی مقابلہ 1969 میں اوّل انعام یافتہ مقالہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 31 مارچ1973 کو فضل عمر فاؤنڈیشن کے تحت منعقدہ ایک تقریب میں اپنے دستِ مبارک سے یہ انعام عنایت فرمایا۔ خدا کے فضل سے فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کے تحت انعامی مقابلہ میں جماعت احمدیہ بھارت سے انعام پانے والے آپ پہلے وجود ہیں۔ اگر چہ محترم مصنف کی خواہش تھی کہ یہ جلد شائع ہو اور اس کے تراجم بھی شائع کئے جائیں ۔مگر دورِ درویشی کے مالی حالات کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ الحمدللہ کہ اب یہ مقالہ 40 سال کے بعد مصنف کے فرزند عزیز مکرم عبدالباسط قمر صاحب بقاپوری آف قادیان حال مقیم ٹورانٹو کینیڈا نے نظارت نشرو اشاعت قادیان کی منظوری سے شائع کروایا ہے۔

یاد رہے کہ فضل عمر فاؤنڈیشن کی ہدایت پر 1979 میں اس مقالہ کی چند قسطیں جب اخبار بدر قادیان میں شائع ہوئیں تو قارئین بدر نے اس کو نہ صرف پسند کیا بلکہ جلد کتابی شکل میں شائع کروانے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ ان میں سرفہرست حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں صاحبؓ اور نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب تھے جنہوں نے اپنے خطوط میں مصنف کو اس اہم موضوع پر مقالہ لکھنے کی مبارکباد دی اور اس کو جلد کتابی شکل میں شائع کروانے ، نیز اس کے تراجم دنیا کی اہم زبانوں میں شائع کروانے کی تجویز دی۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ یہ مقالہ خوبصورت اعلیٰ معیاری کاغذ پر شائع کیا گیا ہے۔

محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری مرحوم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی پُر معارف تحریرات اور ملفوظات سے قرآن کریم کے محاسن اِس مقالے میں سجائے ہیں جو زندہ خدا، معبودِ حقیقی کا پیارا اور حسین چہرہ دکھاتے ہیں۔

اس مقالہ کی تصنیف کا اصل مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں دقیق اور پیچیدہ فلسفیانہ بحثوں میں پڑے بغیر عام فہم رنگ میں قرآنی آیات کی روشنی میں معبودِ حقیقی کو اس طور پر پیش کرنا ہے کہ قاری کے ذہن میں وہ صحیح اور حقیقی تصور قائم ہو جسے اسلام یعنی قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اُن غلط تصورات ونظریات کا ازالہ بھی ہو جائے جو بے خبر دنیا ذاتِ باری تعالیٰ کے بارہ میں لئے بیٹھی ہے۔ نیز اس کی اشاعت کی غرض یہ ہے کہ معبودِ حقیقی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے والے طالبِ صادق کی اجنبیت دور ہو، نفرت اور کدورت کی آلائشیں دُھل کر دل میں محبت الٰہی اور شوق لقائے باری تعالیٰ پیدا ہو اور طبائع خود بخود اس مُحسنِ حقیقی سرچشمۂ محبت کی طرف مائل ہوں۔ چونکہ ایسی تاثیرات عظیمہ کا مخزن کلام اللہ ہی ہے۔ اس لئے اس سارے مقالہ میں مصنف نے آیات قرآنیہ ہی کے ذریعے جملہ مباحث کی عمارت اُٹھائی ہے۔ اور قرآن کریم کی ان آیات کی موقعہ اور محل کے مطابق ایسی نادر اور پُر حکمت اور پُر حلاوت تفسیر اور تشریح پیش کی ہے جو دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔

اس مقالہ میں کل 12 باب ہیں۔ جن میں پہلے باب میں ہستی باری تعالیٰ کے ناقابل تردید ثبوت ۔دوسرے باب میں توحید باری تعالیٰ کا ثبوت۔ تیسرے باب میں شرک کیا ہے؟ اُس کا ردّ اور اُس کے عظیم نقصانات۔ چوتھے باب میں حق تعالیٰ کی معرفت۔ پانچویں باب میں معبودِ حقیقی اور اس کی عبادت۔ چھٹے باب میں معبودِ حقیقی حسن و احسان کا سرچشمہ۔ ساتویں باب میں معبودِ حقیقی کا بندوں سے مکالمہ ومخاطبہ۔ آٹھویں باب میں رویت باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ کا پرتَو انسان پر، انسان کامل پر صفات باری تعالیٰ کا کامل پرتَو۔ نویں باب میں اسلام کا روحانی اور تعبّدی پہلو۔ دسویں باب میں آزمائشوں کی بھٹی۔ گیارہویں باب میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور خفگی، جنت اور دوزخ کا

بیان۔ بارھویں باب میں معبودِ حقیقی اور اُس کے اَوْلیاء کی مرادیابی۔ ان تمام موضاعات پر قرآنی آیات کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ آخر میں معبود حقیقی کے حضور عاجز بندوں کی بعض دعاؤں کا ذکر ہے۔

الغرض یہ مقالہ قرآن کریم کی روشنی میں زندہ خدا کا قرآنی تصور پیش کرتا ہے اور نظریاتِ دہریت کا قلع قمع کرتا ہے۔ امید ہے کہ اس پُرتاثیر تصنیف کا مطالعہ ہر احمدی کے ایمان کی جلا کا موجب ہوگا اور اُسے معبودِ حقیقی کے قرب کی راہوں سے شناسائی بخشنے والا ہوگا۔ گویا یہ تصنیف اس دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اللہ کرے کہ ہر کوئی اس سے فیضیاب ہو۔

یہ گراں قدر مقالہ 440 صفحات پر مشتمل "9.5"X6.5 سائز میں دیدہ زیب جلد (ویناٹیل کور گولڈ لیف پرنٹنگ) کے ساتھ نکھری ہوئی کتابت میں شائع شدہ ہے۔

شہدائے لاہور کی یاد میں

محمد ظفر اللہ خان، فلاڈلفیا

نظر نہ پھیریں گے اُس حُسنِ بے مثال سے ہم
نہ اُٹھ سکیں گے کبھی سجدۂ وصال سے ہم

کیا ہے جس نے ہمارے ہی خونِ دل سے وضو
گزر کے آئے ہیں اس جادۂ کمال سے ہم

ہوا جو آئینۂ مہر بھی کبھی تاریک
چراغ مانگ کے لائے تیرےؐ خیال سے ہم

سمجھتا کیا ہے کہ خالی رہے گا کاسۂ زخم
بھریں گے اس کو کسی دردِ لازوال سے ہم

وہ ایسی نظرِ عنایت ہے تھک نہیں سکتی
وہ بے خودی ہے کہ رُکتے نہیں سوال سے ہم

اگر ہو دُزدِ تہہِ جامِ شب یہ صبحِ چمن
چُنیں گے پھول تیرےؐ قریۂ جمال سے ہم

دہشت گرد خطیب کے نام

لطف الرحمٰن محمود

تمہارے پاس تو دستار ہے' لبادہ ہے
مِری متاع فقط کلمہء شہادہ ہے

بنادیا ہے مساجد کو مخزنِ بارُود
اب اس کے بعد بتاؤ کہ کیا ارادہ ہے

مجاہدوں کی کمر میں ہیں موت کے حلقے[1]
برائے اُمّتِ مرحوم دل کُشادہ ہے

مُباح ہے خُونِ مسلماں اور اُس کی حُرمت بھی
وصالِ حُور کا شائق بھی کتنا سادہ ہے

میں سر بسجدہ سوئے قبلہء محمدؐ عربی
تمہارا فتویٰ کہ یہ کُفر کا اعادہ ہے

ہوئے فرار 'وَغا سے' حجاب میں ملبوس[2]
یہ شَیخِ شہر کا مَسلک سے استفادہ ہے

تمہارے پاس ہے آلودۂ کدورت دُرد
خُمِ حجاز میں امن و اماں کا بادہ ہے

[1] موت کے حلقے۔ خودکش حملہ آوروں کی Suicidal Vests

[2] اسلام آباد (پاکستان) کی ایک مشہور مسجد کے خطیب' جو مسجد سے برقعہ پہن کر فرار ہوتے وقت گرفتار کر لئے گئے۔ اس تاریخی برقعہ سمیت انہیں پاکستان میں ٹی وی پر دکھایا گیا۔ بیرونی ممالک میں بھی یہ خبر نشر ہوئی۔

تبرکات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

بشریٰ بشیر

حضرت اقدس مصلح موعودؓ کی صحت قاتلانہ حملے کے بعد ناساز چلی آرہی تھی۔ پاکستان کے ماہر ڈاکٹروں کے علاج معالجہ کے باوجود آپ کی صحت بحال نہ ہوسکی تو ڈاکٹروں نے امریکہ یا یورپ جانے کا مشورہ دیا تا کہ وہاں ماہرین سے معائنہ کروایا جاسکے۔ حضور انور کی خدمت میں جماعت کے تمام سرکردہ مخلص احباب نے اس تجویز کی پُر زور تائید کی۔ آپ نے خود بھی اور بزرگان سلسلہ نے اس مقصد کیلئے بے حد دُعائیں کیں۔ لہٰذا شرح صدر ہونے پر حضور نے یورپ جانے کی حامی بھر لی۔ خاص طور پر حضرت اقدس نے اس خیال سے وہاں جا کر طبّی معائنہ کروانے پر رضامندی کا اظہار کیا تا کہ احسن طور پر آپ کام کرنے کے قابل ہوسکیں۔

زیورک کے قیام کے دوران حضرت اقدس نے چار پُر معارف خطبات جمعہ ارشاد فرمائے جن کا موضوع تھا سورۃ فاتحہ میں کمیونزم اور کیپٹلزم کے مقابلہ کیلئے بیان کردہ گر۔ ان خطبات کا خلاصہ اس لئے پیش کیا جا رہا ہے تا کہ احمدیت اور باقی دُنیا کی نئی نسل کو اس اعلیٰ اور نئی تحقیق سے مستفید ہونے کا موقع بہم پہنچایا جائے۔

خطبہ جمعہ 20 مئی 1955

آپؓ نے فرمایا چند سال ہوئے میں ایک دفعہ برف دیکھنے ڈلہوزی گیا وہاں پر دوپہر کے وقت تھوڑی دیر کیلئے بیٹھا تو مجھے الہام ہوا کہ دُنیا میں امن کے قیام اور کمیونزم کے مقابلہ کیلئے سارے گُر سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔ مجھے اسکی تفسیر عرفانی طور پر سمجھائی گئی۔ یہ تفصیلی نہ تھی۔

عرفان کے معنی یہ ہیں کہ دل میں ملکہ پیدا کردیا جاتا ہے مگر وہ تفصیل الفاظ میں نازل نہیں ہوتی۔ کچھ دنوں کے بعد دوستوں سے اس کا ذکر آیا تو وہ پوچھتے رہے کہ اسکی تفسیر کیا ہے؟ مَیں نے کہا کہ میں اس کے متعلق رسالہ لکھوں گا۔ خصوصاً جب مخالف دعویٰ کرے کہ اسکے پاس ان دونوں کے جواب موجود ہیں۔ لیکن خُدائے تعالیٰ کی مشیت تھی کہ مجھے اب تک یہ رسالہ لکھنے کا موقعہ نہ ملا۔

اب جبکہ میں بیمار ہوگیا ہوں اور بظاہر اس کا موقعہ ملنا مشکل ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ خواہ اشارۃً ہی چند الفاظ میں ہو مَیں اس کا مضمون بیان کرتا رہوں تا وہ علماء کے کام آئے اور وہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

پہلی بات سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں بیان کی گئی ہے۔ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں اس وجہ سے کہ وہ رَبُّ الْعَالَمِیْن ہے یعنی تمام کے تمام افراد کے ساتھ اس کا سلوک ربوبیت کا ہے۔ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ربوبیت اور عالمیت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ موٹا مفہوم مختصراً یہ ہے کہ ہر قسم کی مدح کا وہی مستحق ہوتا ہے اور ہر قسم کی مدح لوگ اسکی کرتے ہیں۔ جسکی ربوبیت کسی خاص قوم اور فرقہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ وسیع ہوتی ہے۔ مثلاً امریکہ اور رُوس اپنے آپکو عوامی تحریکوں کا لیڈر سمجھتا ہے۔ لیکن اگر دونوں کو دیکھا جائے تو امریکنوں کی ساری طاقت امریکنوں کی ترقی پر خرچ ہوتی ہے اور رُوس کی ساری طاقت رُوسیوں کی ترقی پر خرچ ہوتی ہے۔ رُوس اُن لوگوں کیلئے کچھ نہیں کرتا جو دُنیا کے دُور کناروں پر بس رہے ہیں اور دُنیا کی تمام آسائشوں سے محروم ہیں اور نہ ہی امریکہ اس بارہ میں کچھ کرسکتا ہے۔ رُوس اگر کرتا ہے تو یہ کہ اپنے خیالات دوسرے لوگوں میں پھیلا دیتا ہے تا کہ وہ لوگ اپنی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوجائیں اور امریکن اگر دوسرے لوگوں کو امداد دیتے ہیں تو اس میں بھی اپنے فوائد مدِّنظر ہوتے ہیں۔

اگر اس امداد سے وہ ملک اپنے حالات درست بھی کر لے تو پھر بھی یہ نہیں کہا جاسکے گا کہ امریکہ نے دوسرے لوگوں کی مدد کی بلکہ وہ بھی انکی اپنی ہی مدد ہوگی۔ اسی طرح رُوس بھی ہر دوسرے ملک کو مدد دیتے وقت اپنے فوائد کو بھی ملحوظ رکھتا ہے

نہ کہ عوام الناس کے فوائد کو۔ حقیقی مدح اسوقت ہوتی ہے جب بغیر کسی غرض کے لوگوں کو اُونچا کیا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ تمہاری عبادتیں مجھے فائدہ نہیں پہنچاتیں اور تمہاری قربانیوں کا گوشت مجھے نہیں پہنچتا بلکہ تم یا تمہارے ہمسائے کھاتے ہیں۔ مجھے صرف تمہارے دل کی صفائی کی ضرورت ہے۔ حقیقی تعریف کی مستحق وہی حکومت ہوگی جو اس آیت کے مطابق کام چلائے گی اور وہی ٹھیک امن قائم کر سکے گی۔ مثلاً اگر رُوس بغیر اپنا رسوخ قائم کرنے کے صرف غرباء کو اٹھانے کیلئے روپیہ خرچ کرے تو یقیناً رُوس کی سچی محبت قائم ہوگی۔ لیکن موجودہ حالات میں حقیقی محبت قائم نہیں ہوتی۔ جسکو امریکہ سے فائدہ پہنچ جاتا ہے وہ اسکی تعریف کرتا ہے اور جس کو رُوس سے فائدہ پہنچ جاتا ہے وہ اسکی تعریف کرتا ہے۔ نہ یہ فائدہ مکمل اور نہ یہ تعریف مکمل۔ کامل تعریف اسی وقت ہوتی ہے جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پر عمل کیا جائے۔ سورۃ فاتحہ میں تمام گُر بیان کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا موٹا گُر یہ بیان کیا ہے کہ خدمتِ خلق کرو اور بلاغرض اور بلا ذاتی فائدہ کی خواہش کے خدمت کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو ہر شخص تمہاری تعریف کرے گا۔ لیکن اگر کوئی صرف ایک طبقہ کو اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو صرف وہی طبقہ اسکی تعریف کرے گا۔ مثلاً اگر کوئی حکومت لیبر پارٹی کو اُٹھاتی ہے تو وہی اسکی تعریف کریں گے بڑے اور درمیانہ درجہ کے نہیں کریں گے اور اگر کوئی حکومت درمیانہ اور بڑے درجہ کو اٹھانے کی کوشش کرے تو صرف یہ طبقے ہی تعریف کریں گے لیبر نہیں کریں گے کیونکہ وہ حکومت رَبُّ الْعَالَمِیْن نہیں بلکہ ایک خاص فرقہ وار جماعت کی رَبّ ہے۔ حقیقی حکومت وہی ہے جو تمام طبقوں بلکہ جماعت کو بھی بھلا دے۔ کیا اس تعلیم پر عمل کرنے کے بعد دُنیا میں امن کے مٹنے کا شائبہ بھی ہوسکتا ہے؟ دوسرے وجوہ سے دشمن ہوجائے تو ممکن ہے لیکن اس فعل سے دشمن نہیں ہوسکتا۔ رسول کریمؐ نے اس پر عمل کیا لیکن پھر بھی بعض لوگ آپ کے دشمن ہیں مگر اسوجہ سے نہیں کہ آپؐ نے غریبوں کو کیوں اونچا کیا بلکہ مذہبی تعصب کی وجہ سے! اسی طرح اگر آج لوگ احمدیت کے دشمن ہیں تو اس وجہ سے نہیں کہ احمدی یتیموں کی پرورش کرتے اور غریبوں کی امداد کرتے ہیں اور بیواؤں سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اور خُدام الاحمدیہ کے نوجوان ہر ایک کی مدد کرتے ہیں بلکہ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ایسا مخالف شقی القلب ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 31مئی1955)

دوسرا خطبہ جمعہ 27 مئی 1955

حضور انورؓ نے فرمایا:

’’میں نے پچھلے خطبہ میں بیان کیا تھا کہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ سورۃ فاتحہ میں دُنیا کے امن اور کمیونزم اور کیپٹلزم کے جھگڑے کے استیصال کے گُر بتائے گئے ہیں اور میں نے سب سے پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ج الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ایک نسخہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جو اَلْحَمْدُ کہا گیا ہے تو وجہ بھی بیان کی ہے کہ وہ رَبُّ الْعَالَمِیْن ھے۔ جبتک کوئی شخص رَبُّ الْعَالَمِیْن نہ ہو چاہے اپنی پارسائی سے وہ کتنا ہی اچھا سلوک کیوں نہ کرتا ہو وہ اَلْحَمْد کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اَلْحَمْد کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو پارٹیوں سے بالا ہو اور ہر قوم اور ملت سے اُسکا سلوک انصاف اور رحم والا ہو۔ اس سلسلے میں مَیں نے بتایا تھا کہ رسولِ کریم ﷺ تو اس صفت کے ظاہر کرنے میں سب سے بالا تھے لیکن آپؐ پر بھی اعتراض ہوئے مگر وہ اعتراض اس قسم کے نہیں تھے جو معقول ہوں بلکہ غیر معقول اعتراض تھے جو اپنی ذات میں اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ یہ آپ پر چسپاں نہیں ہوتے۔ میں آج اس سلسلہ میں ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ جب آپ نے ہرقل کو خط لکھا تو ہرقل بادشاہ نے اعلان کیا کہ دیکھو جس شخص نے یہ خط لکھا ہے اسکی قوم کے کوئی لوگ اس ملک میں ہیں تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان ان دنوں اپنے قافلہ سمیت تجارت کیلئے آیا ہوا ہے۔ جب اسے پتہ لگا تو اُس نے اُسے اور اسکے ساتھیوں کو بلوایا اور ابوسفیان کو آگے کھڑا کیا اور اسکے ساتھیوں کو پیچھے اور کہا کہ دیکھو میں بادشاہ ہوں، میرے سامنے جھوٹ بولنا سخت سزا کا مستوجب بنا دیتا ہے۔ میں ابو سفیان سے سوال کروں گا۔ اگر یہ کسی وقت جھوٹ بولے تو فوراً مجھے بتا دینا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ ہرقل نے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ نبوت کے دعویٰ سے پہلے اس شخص کے اخلاق کیسے تھے؟ تو میں نے کہا بڑے اچھے تھے۔ تو اُس نے کہا کہ میں نے یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ نبوت کے دعویٰ کے بعد تو تمہاری دُشمنی ہوگئی۔ پس دعویٰ سے پہلے کی گواہی ہی سچی گواہی ہوسکتی ہے۔ بعد کی گواہی تو دشمنی کی گواہی ہوسکتی ہے۔ پھر اسنے پوچھا کہ جب اس نے دعویٰ کیا تو اس دعویٰ کے بعد تم نے اسکا رویّہ کیا دیکھا؟ کیا اُس نے کبھی تم سے جھوٹ بولا تو وہ کہنے لگا نہیں اسکے ساتھ ہمارے کئی معاہدے ہوئے ہیں کبھی اس نے وعدہ شکنی نہیں کی۔ لڑائیوں کے بعد جب بھی معاہدہ ہوا اس نے اسے پورا

کیا۔ تو اب گویا یہ ایک شدید ترین دشمن کی گواہی ہے۔ جو درحقیقت انعامات کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اسلئے اسکو شکوہ زیادہ پیدا ہوسکتا ہے اور بہت ممکن تھا کہ وہ اعتراض کرتا، بلکہ وہ خود بھی کہتا ہے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں جھوٹ بول کر اعتراض کروں مگر چونکہ بادشاہ نے میرے پیچھے ساتھی کھڑے کئے ہوئے تھے میں ڈرا کہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو اُنہوں نے بول پڑنا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔

اسی طرح آپؐ نے ایک دفعہ اموالِ غنیمت تقسیم کئے تو ایک شخص بولا تِلْکَ قِسْمَۃٌ مَااُرِیْدُبِھَاوَجْہَ اللّٰہِ یعنی یہ ایسی تقسیم تھی جس میں خدائے تعالیٰ کی رضا کو مدِّنظر نہیں رکھا گیا۔ اب یہ ایک اعتراض ہے، مگر سوال تو یہ ہے کہ وہ تقسیم جس میں خدائے تعالیٰ کی رضا کو مدِّنظر نہ رکھا چند قسم کی ہوسکتی ہے مثلاً ایک ایسی تقسیم کہ اپنے آپ انسان مال کھا جائے۔ یا ایسی تقسیم کہ جس میں رشتہ داروں کو مال دے دے یا ایسی تقسیم کہ جسنے اعتراض کیا ہے اسکا حق مارا جائے تبھی وہ غلط ہوسکتی ہے لیکن اس نے ایک مثال بھی پیش نہیں کی۔ اب بکواس کرنے کو تو ہر شخص بکواس کر سکتا ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ جب اس نے کہا مَااُرِیْدُبِھَاوَجْہَ اللّٰہِ تو کیا اس نے کوئی مثال پیش کی کہ آپ نے اپنا حصہ نکال لیا جو جائز نہیں تھا یا اپنے رشتہ داروں کو اتنا مال دے دیا جو جائز نہیں تھا۔ کوئی ایک مثال اس نے پیش نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فقرہ نے ہی بتا دیا کہ وہ جھوٹا الزام لگا رہا تھا۔ ورنہ تینوں مثالوں میں سے کوئی مثال تو بتا تا جس میں ناجائز سلوک ہوتا یا یہ بتا تا کہ آپ نے مال زیادہ لے لیا یا یہ کہ اپنے رشتہ داروں کو مال دے دیا جسکے وہ مستحق نہ تھے یا یہ کہ میں مستحق تھا مجھے نہیں دیا تو نہ رشتہ داروں کی مثال پیش کرتا ہے اور نہ اپنی مثال پیش کرتا ہے جس سے ثابت ہو کہ اس کا اعتراض معقول تھا۔ پس پتہ لگا کہ درحقیقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رَبُّ الْعَالَمِیْن والی صفت پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ محض اپنی حماقت کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس قسم کے اعتراضات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظِلِّ رَبُّ الْعَالَمِیْن ہونے کو زیادہ ثابت کرتے ہیں۔ اگر واقعہ میں کوئی غلطی ہوئی تھی تو وہ بتا تا کیوں نہ کہ یہ غلطی ہوئی ہے۔ اسکا نہ بتانا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ بھی جانتا تھا کہ آپ رَبُّ الْعَالَمِیْن ہیں اور میں اعتراض کر ہی نہیں سکتا نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرا حق نہیں دیا کیونکہ جھوٹا بنوں گا۔ نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اپنے رشتہ داروں کو دے دیا ہے نہ یہ کہ حضور نے خود لے لیا ہے کیونکہ لوگ کہیں گے کہ بتا تو سہی کہاں لے گیا۔ گو اس کا اپنا فقرہ ہی بتا تا ہے کہ وہ حضور کو صفتِ رَبُّ الْعَالَمِیْن کا ظِلّ سمجھا ہے اسلئے اعتراض کا ہونا اس بات کی علامت نہیں کہ آپ اَلْحَمْد کے مستحق نہیں وہ اعتراض اتنا غیر معقول تھا کہ اپنی ذات میں ثابت کر رہا تھا کہ آپ رَبُّ الْعَالَمِیْن کے ظِلّ ہیں اور ہر قسم کی تعریفوں کے مستحق ہیں۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 16 جنوری 1955 صفحہ 3)

خطبہ جمعہ 3 جون 1955

آغاز کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا:

آج میں دوسری آیت کو لیتا ہوں یعنی اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ خدائے تعالیٰ کی تعریف اسلئے ہے کہ وہ رحمان اور رحیم ہے۔ جو رحمان اور رحیم ہوگا وہ ساری قوموں کی تعریف کا مستحق ہوگا۔ رحمان کے معنی قرآن کریم کی رُو سے یہ معلوم ہوئے ہیں کہ جس نے کوئی نیک کام اور خدمت نہ بھی کی ہو اسکے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا اور جس کے پاس کچھ نہ ہو اُسے وہ ذرائع مہیا کرنے والا جن ذرائع کی وجہ سے وہ اعلیٰ ترقی حاصل کر سکے اور رحیم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص جو کام کرتا ہے اسکے کام کا بدلہ متواتر جاری رہے۔ دُنیا میں اسکی مثال پنشن میں ملتی ہے یعنی ایک آدمی نوکری کرتا ہے پھر بیس، بائیس یا چالیس سال بعد وہ گورنمنٹ کا کام چھوڑ دیتا ہے تو اُسکو پنشن مل جاتی ہے۔ رحم کا یہی مطلب ہے کہ جب کوئی شخص کوئی نیک کام کرتا ہے تو وہ اسکا بدلہ جاری رکھتا ہے اور بار بار دیتا ہے۔ پنشن تو ایک ادنیٰ مثال ہے۔ قرآن کریم میں رحیمیت کے معنی پنشن سے بہت زیادہ ہیں کیونکہ پنشن تنخواہ سے آدھی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ وہ گزارا کیلئے کافی نہیں ہوتی یا پھر بڑھاپے میں جو امداد دی جاتی ہے وہ بھی گزارا کیلئے کافی نہیں ہوتی کہ انسان آرام سے بڑھاپے میں گزارا کر سکے۔ صرف اتنا ہی ہوتا ہے جو کم از کم اُس کو ملتا ہے۔ مگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے دین کی خدمت کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کریں گے اُنہیں جنت ملے گی اور جنت کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَھُمْ فِیْھَامَایَشَآءُ وْنَ نیز فرماتا ہے وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ یعنی جو کچھ انکے دل میں خواہش پیدا ہوگی یا زبان پر آئے گی وہ انہیں مل جائے گی۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے لیکن انسان اسکو زبان پر لانے کی جرأت نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت بڑا

مطالبہ ہے تو باوجود دل میں خواہش ہونے کے چونکہ وہ بیان نہیں کرتا اسلئے وہ پوری نہیں ہوتی اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان منہ سے ایک بات کہتا ہے لیکن دل میں جانتا ہے کہ یہ میرا حق نہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے دونوں معنے بیان فرمادیئے کہ جنت میں لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ بھی ہوگا اور لَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ بھی یعنی جو دل میں خواہش ہوگی ۔ وہ بھی پوری ہوجائے گی ۔ پھر ہوسکتا ہے کہ (جنت کی ضروریات کا علم انسان کو یہاں نہیں ہوتا) انسان وہاں ایسی چیزیں مانگے جو اچھی ہوں گی اور اسکو مل جائیں گی ۔ لیکن وہ ناواقفی میں یہ نہ سمجھتا ہو کہ وہ اسکے بیوی بچوں کیلئے بھی کافی ہوں گی یا نہیں تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مومن جس درجہ کا مستحق ہوگا اسکے بیوی بچے اور ساتھی بھی وہیں رکھے جائیں گے ۔ گویا نہ صرف اسکے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا کہ اسکی ضرورتیں پوری کی جائیں بلکہ اسکے ساتھ تعلق رکھنے والے دوست اور رشتہ داروں کی ضرورتیں بھی پوری کی جائیں گی ۔ اب دیکھو پنشن کا اسکے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ۔ پھر فرماتا ہے کہ جنت ہمیشہ رہنے والی ہے وہاں وہ ہمیشہ ہی زندہ رکھے جائیں گے گویا پنشن دائمی ہوگی دوم وہ پنشن اسکی سب ضروریات کو پورا کرنے والی ہوگی سوم بلکہ سارے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرے گی ۔

اگر دنیوی حکومتیں ان اصولوں کو قبول کرلیں تو وہ بھی اَلْحَمْد کی مستحق ہوجائیں گی اور ان میں لڑائی جھگڑے اور فساد بند ہوجائیں گے اور انکے کوئی دشمن باقی نہ رہیں گے ۔ اگر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم والی حکومت کوئی دشمن مٹانا چاہے تو اسکا مطلب ہوا کہ آپ بھی مرے گا ۔ یہ آیت تو ہمیں بتاتی ہے کہ نہ صرف کام کرنے والے زندہ رکھے جائیں گے ۔ بلکہ وہ جو کام نہیں کرتے وہ بھی زندہ رکھے جائیں گے ۔ اگر کوئی گورنمنٹ یہ طاقت اختیار کرلے اور پھر اسے وسیع کیا جائے تو صرف اپنے ملک کیلئے ہی نہیں بلکہ باقی لوگوں کیلئے بھی ۔ لازمی بات ہے کہ اس حکومت کا دُنیا میں کوئی دشمن ایسا پاگل کون مل سکتا ہے جو اپنے گلے پر آپ چُھری پھیرنے لگ جائے ۔ اگر دُنیا اس اصول پر عمل کرے تو سارے جھگڑے کمیونزم اور کیپٹلزم کے ختم ہوجاتے ہیں ۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 22جون1955صفحہ4,3)

خطبہ جمعہ 10 جون 1955

میں گزشتہ تین جمعوں سے سورۃ فاتحہ کے متعلق یہ بیان کررہا ہوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے وہ گُر بیان کئے ہیں جن سے کیپٹلزم اور کمیونزم کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے ۔ آج بھی اس سلسلہ میں ایک کڑی میں نے بیان کرنی تھی لیکن بوجہ اسکے کہ ہم سفر کی تیاری کررہے ہیں طبیعت میں کچھ پریشانی سی ہے اسلئے سارے پہلو جو میں بیان کرنا چاہتا تھا بیان نہیں کرتا ۔ صرف مختصراً کچھ کہہ دیتا ہوں ۔

آج مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن والا حصہ ہے ۔ دُنیا میں حکومت کی بڑی غرض یہی سمجھی جاتی ہے کہ وہ ہنگامی حالات (Emergencies) میں کام آئے ۔ عام حالات میں افراد خود اپنا انتظام کرلیتے ہیں ۔ حکومت کا کام یہی ہوتا ہے کہ جب ایک جتھہ اور گروہ یا ایک قوم شرارت کرے تو اس وقت اسکو سنبھال لے ۔ لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ حکومت ایسے کام سے عہدہ برآ نہیں ہوتی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ الٰہی حکومت اَلْحَمْد کی مستحق ہوتی ہے اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہوتی ہے ۔ اسکے بہت سے پہلو ہیں ۔ لیکن میں ایک پہلو کو لیتا ہوں يَوْمِ الدِّيْن کے لفظی معنے تو جزا، سزا کے وقت کے مالک کے ہیں لیکن اصل مطلب یہ ہے کہ قومی یا مجموعی خرابی یا مجموعی طور پر اچھے کام کی جزاء اور فیصلہ کے وقت انفرادی واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں انکو روکنے یا انکی جزاء دینے سے نہ گورنمنٹ ڈرتی ہے اور نہ اس پر کوئی بوجھ ہوتا ہے ۔ اصل میں قومی واقعات ہی ایسے ہوتے ہیں جنہیں يَوْمِ الدِّيْن کہنا چاہیئے ۔ ایسے وقت میں بعض دفعہ گورنمنٹ ڈرجاتی ہے کہ پبلک کل ہم سے پوچھے گی یا بعض دفعہ وہ جزاء دینے سے کوتاہی کرجاتی ہے ۔ کیونکہ جزاء اسکی طاقت سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ جزاء سزا کے دن کا مالک ہے ۔ دنیوی حکومتیں جزاء سزا کے دن کی جج تو ہوتی ہیں مالک نہیں ہوتیں ۔ خدائے تعالیٰ جب جزاء یا سزا دیتا ہے تو اسے کسی کا ڈر نہیں ہوتا ۔ وہ مجبور نہیں ہوتا کہ کسی کو جزاء دے یا سزا، لیکن ایک جج ایسا نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ عام عقل یہ کہتی ہے کہ کوئی قوم جو مجرم ہے وہ کسی وقت پکڑی جاتی ہے تو کل کو وہ پھر شرارت کرے گی ۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کو یہ کہہ کر معاف کردیا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اب یہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ والا سلوک ایک جج نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ عام عقل یہ کہتی ہے کہ کوئی قوم جو مجرم ہو جب وہ کسی وقت پکڑی جائے تو اُسے سزا دینی چاہیئے ورنہ کل وہ پھر شرارت کرے گی لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تو مالک ہیں ۔ دنیوی حکومتیں اسلئے مجبور ہیں کہ اول تو وہ مالک نہیں

دوسرے اُنہیں پتہ نہیں ہوتا کہ کل کو کیا ہو جائے گا۔ اگر آج عفو کر دیا تو ممکن ہے کل شرارت ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم مالک ہیں آج کے دن کے بھی اور جب کل آئے گا تو ہم مالک ہیں کل کے دن کے بھی۔ ہمیں یہ ڈر نہیں کہ کل کو یہ لوگ اپنی شرارت میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں سے فرمایا لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ظاہری عقل تو یہ کہتی ہے کہ آپ نے بڑی نادانی کی۔ وہ قوم جو 13 سال سے تکلیف دے رہی تھی اور جسکی شرارتیں متواتر چلی آ رہی تھیں آج وہ اتفاقاً قابو میں آ گئی ہے اور یہ اسے معاف کر رہے ہیں۔ کل کو اگر پھر انہوں نے شرارت کی تو پھر کیا ہوگا۔ چنانچہ یہاں عملی نمونہ بھی خدائے تعالیٰ نے دکھلا دیا ہوگا کہ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہلانے والا ابھی مالک تھا۔ اسلئے جو خرابیاں اسکے نتیجے میں عملی طور پر پیدا ہو سکتی تھیں وہ بھی پیدا نہ ہوئیں۔

تو مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن میں بتایا کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے جس سے حَمد حاصل ہوتی ہے اگر کوئی حکومت مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن بن کر رہے جسطرح اللہ تعالیٰ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن بن کر حکومت کرتا تو عوام الناس اور ارد گرد کے لوگوں میں بُغض پیدا نہیں ہوتا بلکہ تعریف ہی ہوتی ہے کہ بڑے اچھے حکمران ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ اَلْحَمْد حاصل ہوتی ہے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن سے۔ جو مالک یوم الدین نہیں اُسے اَلْحَمْد نہیں ملتی۔

جو رَحْمٰن نہیں اسے اَلْحَمْد نہیں ملتی۔ جو رحیم نہیں اُسے اَلْحَمْد نہیں ملتی۔ اَلْحَمْد تبھی ملتی ہے جب وہ رَبُّ الْعَالَمِیْن کا مظہر ہو۔ رحمانیت کا مظہر ہو۔ رحیمیت کا مظہر ہو اور مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن کا مظہر ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 جون 1955 صفحہ 4,3)

اے خُدا کردے منوّر سینہ و دل کو مِرے
سَر سے پا تک میں بنوں مخزن ترے انوار کا
سَیر کروادے مجھے تو عالمِ لاہُوت کی
کھول دے تو باب مجھ پر رُوح کے اسرار کا
فلسفہ بھی رازِ قدرت بھی رموزِ عشق بھی
کیا نرالا ڈھنگ ہے پیارے تری گفتار کا

(کلامِ محمود)

شہیدانِ لاہور

مہدی علی چودھری

نہ جھکا سکو گے ہم کو ، کوہِ وقار ہیں ہم
دنیا کی ظلمتوں میں روشن مینار ہیں ہم
ہر موجِ خونِ گل میں ہے لہو رواں ہمارا
ہیں نا آشنا خزاں سے کہ سدا بہار ہیں ہم
تاریخ کے صفحوں پہ جو لکھ گئے لہو سے
بابِ وفا انوکھا ، وہ قلمکار ہیں ہم
ہمیں جان سے ہے پیارا وہ واحد و یگانہ
دار و رسن کا ڈر کیا ، بس جاں نثار ہیں ہم
سجدوں میں اس سے باندھا پیماں جو وفا کا
مقتل میں بھی نبھایا کہ وفا شعار ہیں ہم
زندہ رہے تو لب پر ہر دم تھا ذکر تیرا
سجدے میں جان دی ہے مولا کے یار ہیں ہم
جس کو مٹا سکی نہ تیغِ یزید کوئی
اس لشکرِ حسینؓ کے شہسوار ہیں ہم
گر اٹھ گئے زمیں سے زندہ ہیں آسماں پر
ہوئے موت سے امر جو ، وہ کامگار ہیں ہم
سجدے میں سر جھکا کر پایا ہے رفعتوں کو
چمکے فلک پہ ماہ سے ، وہ تاب دار ہیں ہم
خونِ جگر سے سینچا ہے گلستاں کو حق کے
کہ بلالؓ اور یاسرؓ کی یادگار ہیں ہم
نہیں رائیگاں عزیزو ہرگز لہو ہمارا
باطل کا سر جو کاٹے ، وہ ذوالفقار ہیں ہم

سب سے الگ

(اٹھائیس مئی کے سانحے کی یاد میں)

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان
arshimalik50@hotmail.com

کی رقم ہم نے بھی عرشی داستاں سب سے الگ : کربلا جب ہم پہ اتری ناگہاں سب سے الگ
چلچلاتی دوپہر، پھر خوں میں لتھڑی شام تھی : عاشقوں کا جب ہوا اک امتحاں سب سے الگ
ہو گئے دھندلے مری آنکھوں میں سب منظر مگر : نقش ہے لیکن وہ رقصِ بسملاں سب سے الگ
سو برس میں سانحے گو ہم پہ گزرے ان گنت : اب مگر ٹوٹی قیامت الاماں سب سے الگ
وہ صدا جو بند تھی یک لخت دنیا نے سنی : شش جہت میں گونج اٹھی یہ اذاں سب سے الگ
دل سے خوں رستا رہا پر ہونٹ ہم نے سی لئے : ہاں مگر سجدوں میں کی آہ و فغاں سب سے الگ
خون کے دھبوں سے تھا گل رنگ ہر اک کا لباس : اس دفعہ ربوہ میں آئے میہماں سب سے الگ
میتّیں اپنے شہیدوں کی قطار اندر قطار : غم زدہ آنکھوں نے یہ دیکھا سماں سب سے الگ
نہ جلاؤ تھا نہ گھیراؤ ،نہ ہنگامہ کوئی : تھا جدا اپنا عمل اپنا بیاں سب سے الگ
ظلم کی موجیں ہوئیں حیران و ششدر اس گھڑی : استقامت کے کھلے جب بادباں سب سے الگ
نسخہء اکسیر اپنا تو سہام اللیل ہے : تیر ہیں اپنے الگ، اپنی کماں سب سے الگ
ہم کمانے کے لئے بیٹھے ہیں مولا کی رضا : مال ہے اپنا الگ، سود و زیاں سب سے الگ
مفت ملتی ہے جہاں سے قُربِ مولا کی شراب : ہم نے کھولی شہر میں ایسی دُکاں سب سے الگ
محفلوں میں ہم بھی گو ہنس بول لیتے ہیں مگر : اپنے سینے میں ہے اک دردِ نہاں سب سے الگ
اپنے ذمہّ کام ہے سیرابیٔ دینِ متیں : ہیں ثمر اپنے جدا اور باغباں سب سے الگ
خواہشیں اپنی جدا، رستے جدا، منزل جدا : ہم یہاں رہتے ہیں سب کے درمیاں سب سے الگ
دھوپ کتنی بھی کڑی ہو، مطمئن ہیں مرد و زن : ہے خلافت کا جو سر پر سائباں سب سے الگ

پیارے خدّام جماعت کیلئے

خانم رفیعہ مجید

خداؔ خدّامِ احمدؑ کو حیاتِ جاودانی دے
رہِ علم و فضل میں ہر قدم پر کامرانی دے

رہے سایہ فگن رحمت تیری ہر راہ پر اُنکی
جو تیرے پیار سے لبریز ہو ایسی جوانی دے

یہ موجیں مارتا دریا ہوں وحدت کے سمندر کا
بہادیں کفروبدعت کو انہیں ایسی روانی دے

غلامی میں غلام احمدؑ کی پابندِ سلاسل ہوں
مسیح موعودؑ کے گلشن کی انکو پاسبانی دے

شبِ دیجور کا عالم نہ ہو، منزل نہ کھو بیٹھیں
طلوعِ فجر ہو یارب! انہیں ہر دم روانی دے

تو مالک ہے زمینوں، آسمانوں، کُل جہانوں کا
عطا کر حسنۃ الدُّنیا فضائل آسمانی دے

تیرے ہی نُور سے روشن کریں اکنافِ عالم کو
علم بردار ہوں اسلام کے، طَورِ روحانی دے

(آمین ثم آمین)

صاحبِ عرفان ہوئے ہیں

شگفتہ عزیز شاہ، اسلام آباد پاکستان

جو نام پہ اس یار کے قربان ہوئے ہیں
وہ مر کے امر صاحبِ عرفان ہوئے ہیں

سر زانوئے دلدار سے اس وقت اٹھا جب
دل نے کہا پورے مرے ارمان ہوئے ہیں

پھر منزلِ مقصود سے آئی ہیں صدائیں
دشوار تھے جو راستے آسان ہوئے ہیں

دل میں تو تلاطم تھا بپا، شوقِ لقا کا
صد مرحبا! کیا وصل کے سامان ہوئے ہیں

پہنچے جو درِ خُلد پہ وہ طائرِ قدسی
لینے کو قدم آگے وہ دربان ہوئے ہیں

بدخواہ الجھتے ہی رہے سودوزیاں سے
راضی بہ رضا صاحبِ ایمان ہوئے ہیں

باندھے تھے دل و جان سے جو اہلِ وفا نے
کیا جانے عدوٗ پورے وہ پیمان ہوئے ہیں

وہ صبر و رضا اور تحمل کے نمونے
انگشت بدنداں سبھی انسان ہوئے ہیں

پھر نافہءالفت سے مہک اٹھی فضائیں
پھر زخم کہیں کِھل کے گلستان ہوئے ہیں

رہتے تھے جو ذرّات کی مانند جہاں میں
وہ سارے ستارے مہِ تابان ہوئے ہیں

اُس پار اُٹھے ہاتھ بہ ہنگامِ دعا جب
دُکھیاروں کے دُکھ درد کے درمان ہوئے ہیں

خود کو مسلمان کہوں؟

ناصر سعید احمد ملک، Weslaco TX

اپنی زندگی کے تلخ تجربات اور لاہور کے سانحہ سے متعلق ایک نظم

مجھے بچپن سے ہی کفر کے سَنگل نے جکڑ رکھا تھا : پر میرے باپ کا حکم تھا کہ میں خود کو مسلمان کہوں

وہ مجھے صبر، محبت، خداخوفی کے اسباق پڑھاتا رہا : ضد تھی کہ دِیں کے ارکان پڑھوں، خود کو مسلمان کہوں

میں نے قرآن پڑھا، خطبات سنے اور حدیثیں سمجھیں : میں نے سجدے بھی کئے، ذکر کیا، شکر کیا اور خود کو مسلمان کہا

میں نے عجز کیا، صبر کیا اور انسانوں سے بہت پیار کیا : میں نے راتوں کو دعائیں مانگیں اور خود کو مسلمان کہا

میں نے سمجھا کہ اس خدمتِ دین میں آگے بڑھ کر : تہمتِ کفر کے ہر ایک خرابے سے نکل جاؤں گا

پر کفر کی آگ ہر اک سمت کچھ ایسی بھڑکی : میں نے بچوں کو لیا اور کہا دُور نکل جاؤں گا

دُور اغیار میں ڈرتے ڈرتے اک نئے سفر کا آغاز کیا : چشمِ پُرنم سے پھر فرزند کو یہ حکم دیا خود کو مسلمان کہو

اپنے اللہ پہ بھروسہ رکھو اور نفرتِ غیر سے بیزار رہو : سچ کہو، ہر ایک سے پیار کرو اور خود کو مسلمان کہو

پر آگ ہی آگ ہر سمت جلا ڈالی مسلمانوں نے : بے گناہوں کو اسی آگ میں دے مارا مسلمانوں نے

میرے ہم دم میرے دوست جلا ڈالے مسلمانوں نے : کفر کیا چیز ہے ہر ظلم مچا ڈالا مسلمانوں نے

ایسے حالات میں بچے نے یہ پوچھا مجھ سے : احمدی ہوں میرے پاپا پھر بھی کیا خود کو مسلمان کہوں؟

میرا باپ وہ شاکر ہستی ایک مدت سے بہت دُور گیا : پر یہی حکم تھا اسکا کہ میں خود کو مسلمان کہوں

شہیدوں کو سلام

ضیاءالدین احمد نظامی

ہو تم پہ خوش نصیب شہادت، ہزاروہزار سلام
زہے نصیب شہادت خدا کی تم کو عطا
ہمارے دل میں دھڑکتی ہے یہ قربانی عظیم
سلام اے اقرباء شہادت کہ دکھائی کیا شان
گو دل کے ٹکڑے ہوئے پر دل پہ لفظ نہیں
دی تسلی خلیفۂ وقت کو دل پر بوجھ نہ لیں
مخالفت! تیری ہم دل سے قدر کرتے ہیں
روک لگانا بھی ہو جتنا لگا کر دیکھ لو تم
کیا ڈراتے ہو ہمیں تم ہمیں ڈراؤ گے بھی کیا
اشارہ گر ملے خلافت سے ہمیں تو دیکھنا پھر
شہید کر بھی دو جتنے یہ سر جھکنے کو نہیں
تراشنا ہو بھی جتنا تراش دو ہم پر
تمہاری تیغ سے گھبرانا ہی کیا ہم ہیں وہ لوگ
یہ سیل رواں اب ٹھہرے گا وہیں جا کے جہاں
پابند نہیں تمہارے، جس کام کو خدا سونپے
دنیا کی لذّتوں کو لے کر ہم کرینگے بھی تو کیا
ہر احمدی کی خواہش کہ شہادت نوش کرے
پہنچا رہا ہوں تمہیں خدا، نبی، مسیح کا پیام

پہنچا رہا ہوں تمہیں خدا، نبیؐ، مسیحؑ کا پیغام
اعلیٰ ترین خدا کے انعاموں میں پایا ہے مقام
سَنَد تھی یہ ''لاہور سے بری خبر آنے'' کا الہام
پہلے سے کہیں بڑھ کر ہوگئے خلافت کے تمام
صبر پہ دادِفخر ہے نہ کہ شکوۂ آلام
رہیں گے تابع خلافت ، دشمن کرے کچھ بھی اقدام
تیری ہی معرفت خدا اپنا بڑھاتا ہے مقام
ہر روک تمہاری بنے گی اپنے لئے جائے انعام
فولاد ہم ہیں پر لگائی ہوئی ہے ہم نے لگام
رکھ دینگے بدل کر نقشہ برا ہوگا تمہارا انجام
یہ سر جھکا ہے اور جھکے گا خدا کو وقت تمام
تمہارا کام ہی کیا بس لگانا ہم پر الزام
لگا لو جتنی بھی قوت لگا لو جتنی بھی ہو جاں
منزل جہاں خدا نے مسیحا کو تھمایا ہے تمام
رہیں گے اُڑا کے اسلام کا پرچم بلند محمدؐ کا ہو نام
شہید کو دیکھو خدا دیتا ہے کیا انعام و اکرام
خدا ہی دیتا ہے یہ صرف خوش نصیبوں کو پیغام
ہو تم پہ خوش نصیب شہادت ہزار و ہزار سلام

اے رَبّ کریم!

سیّارہ حکمت

دل رنج سے چُور ہے فریاد مگر رَبّ کے حضور
تو ہی زخموں کی مرہم ہے۔تو ہی میرے درد کا چارہ گر
تکبیر کے نعروں سے جہاں گونجتی تھیں اذانیں
بارگاہِ مولیٰ میں جھکیں جہاں لاکھوں جبینیں
عجز و رقت کے آنسوؤں سے دھلتی رہی جہاں زمیں
رنگین ہو گئی خونِ شہیداں سے وہ زمیں
شیطان رقص کر رہا تھا، وحشت و بربریت کا جہاں
کھیل کھیلا گیا، خون، آگ اور موت کا وہاں
ستم تو یہ ہے کہ وہ جو بنتے تھے مسیحا انکے ہاتھ ہیں لہو سے رنگیں
کھلم کھلا دوڑتا پھرتا ہے ننگِ انسانیت۔لہراتا ہوا تیغِ سفّاکیت
امن کی فاختہ کو ڈس گیا ہے نفرت کا عفریت
تہذیب کے ایوانوں میں درسگاہوں میں
مسجد میں، منبر پر، دیا جا رہا ہے درسِ نفرت
نہیں جانتے کہ وہ ہیں ضمیر فروش شر انگیز فتنہ پرور
دِیں کے اِجارہ دار کر رہے ہیں خونی کاروبار
نیک معصوم دل ہیں پابندِ سلاسل۔نہیں جرأتِ اظہارِ حق کی خاطر
زباں بند ہیں وہ جو فائز ہیں بہ منصبِ عدل و انصاف
دکھائے تھے جنہوں نے اک عہدِ درخشاں کے خواب
افلاک پہ چمکیں گے بن کے کہکشاں
یہ جری ہمت جواں، کر گئے رقم صبر و جرأت کی داستاں
رہِ مولیٰ میں ہو کے قرباں، کرا گئے یاد قرونِ اولیٰ کے مسلماں
امر ہو گئے، پا گئے حیاتِ جاوداں
یہ گوہر نایاب، جو عشقِ محمدؐ کے تھے ترجماں
ماؤں کے لختِ جگر۔سہاگنوں کی مانگ کا سینڈور
ماتھے پہ سجائے لہو کے تاج، حاضر ہو گئے رَبّ کے حضور
''رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو''، سُن اے دشمنِ دیں!
خاکِ شہداء سے کھلیں گے پھول۔امن و آشتی کے امیں
تجھے کیا خبر۔کیا ہے ایمان کی حرارت۔اے دشمنِ دیں
یہ جذبہء جنوں۔شوقِ شہادت ہے مطلوبِ مومن
نفرت کسی سے نہیں، سب سے محبت' ہے میرے آقا کا قول
صبر و ہمت، جرأت میری تربیت کے زرّیں اصول
پاک محمد مصطفیٰؐ سب نبیوں کا سردار۔اوصاف کریمانہ میں جو تھا مثلِ نور
روشن کر گیا منبع اخوت و محبت، پیار
وہ بن کے دو جہاں کیلئے آیا رحمت کا سفیر
اسلام پھیلا ہے قلم سے نہ کہ بزورِ شمشیر
الٰہی کوئی زندہ نشان دکھلا کہ ہو جائیں خس و خاشاک
بن جائیں مثالِ عبرت۔اسلام کے نام پہ جو ہیں داغِ ناپاک
ٹوٹے تجھ پر خدا کی تجلّی بن کر قہر اس کو نہ للکارو
کہ روزِ محشر تیرا دامن ہو گا گناہوں سے تَر
ختم ہو جائے گا اک دن یہ معرکہء خیر و شر
کہ ہے یہ قانونِ قدرت ازل سے
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اسلام کے محافظ

عبدالسلام جمیل، ہیوسٹن ٹیکساس

اسلام کے دامن کو
داغدار کر ڈالا
محمدؐ کی اُمّت کو
شرمسار کر ڈالا
قرآن کی عبارت کو
بے وقار کر ڈالا
انسان کے تقدس کو
تار تار کر ڈالا

اس پہ پھر یہ نعرہ ہے
اسلام کے محافظ ہیں

نبیؐ نے یہ بتایا تھا؟
تم بےقصور لوگوں پہ
خدا کے حضور لوگوں پہ
مسجدوں کے آنگن میں
عبادتوں کے جوبن میں
بے دھڑک موت برساؤ

پھر یہ کہہ کے اتراؤ
اسلام کے محافظ ہیں

مساجد و معابد سے
شیطان آنکھ چراتا ہے
خدا کا نام سنتے ہی
دُور بھاگ جاتا ہے

مسجدوں کے آنگن میں
یوں لہو کی ہولی کا
جو کھیل تم نے کھیلا ہے
دیکھ دیکھ کر اس کو
شیطان بھی شرمایا ہے
تمہیں شیطان کہنا بھی
شیطان کی اہانت ہے
انسانوں کے روپ میں تم
درندے ظالم وحشی ہو
اسلام کو رسوا کرتے ہو

پھر نعرہ یہ لگاتے ہو
اسلام کے محافظ ہیں

خوں میرے شہیدوں کا
رائیگاں نہ جائے گا
ایک ایک قطرے سے
ایسا نور پھوٹے گا
کہ تیرہ و تار راتوں کا
سب غرور ٹوٹے گا
اُجالا پھیل جائے گا
اندھیرا بھاگ جائے گا

اندھیرے کا مقدر ہی
ہمیشہ بھاگ جانا ہے

سلامٔ اللہ کے پیاروں کو میرا سلام

صفیہ بیگم رعنا

اللہ کے گھروں میں سربسجود ہونے والوں کو میرا سلام

اللہ کے گھروں میں شہید ہونے والوں کو میرا سلام

کیسے کٹے گی ظلمت کی رات چھا گیا گھُپ اندھیرا

قادرِ مطلق پر آس ہے، آئے گا جلد سویرا

نہ جانیں کتنی ماؤں کے لختِ جگر خون ہوئے

نہ جانیں کتنے معصوم راہ مولیٰ میں شہید ہوئے

کتنے سروں کی چادریں خون سے لت پت ہوئیں

کتنے پیری میں اپنے عصاؤں کو کھو چکے

یتیموں کا رونا بیواؤں کا سسکنا

ماؤں کا دل تڑپنا جگر کا خُون ہونا

آنسوؤں کی جھڑیوں میں بھی اللہ کی رضا کہا

جنت کے دروازے کھول دو فرشتو! شہیدوں نے لبیک کہا

بادلو! سمٹ جاؤ، راستہ دو

جنت کے دروازے کھول دو شہیدوں کے قافلوں کیلئے

یاالٰہی اپنی قدرت کا معجزہ دکھادے

سفاکوں کے ظلم کی انتہاء کا بدلہ اس دنیا میں بھی دکھادے

آنکھیں پُرنم ہیں۔ لب پہ دعا

یاالٰہی معصوم شہیدوں کے خاندانوں کو کر صبرِ جمیل عطا

سلامٔ اللہ کے پیاروں کو میرا سلام

سلامٔ شہیدوں کے عزیزوں کو میرا سلام

غزل

عارفہ حلیم

دیارِ غیر میں احباب کو پیغام آیا ہے

وطن میں کچھ درندوں نے بہت ساخوں بہایا ہے

بنایا ہے کسی بھی شاخ پر جب آشیاں اپنا

لپک کر بجلیاں آئیں نیا طوفان آیا ہے

بگولے آگ بن کر اب نہ برسیں گے

ہمارے سر پہ ان دیکھی بڑی طاقت کا سایہ ہے

محبت درد ہے لیکن یہی درمان کرتی ہے

ہرے زخموں پہ اس نے وقت کا مرہم لگایا ہے

بہت کچھ ہو چکا اب تک مگر صبر وتحمل کا

کبھی دامن نہیں چھوڑا فقط دل کو رُلایا ہے

نہیں لمبی بہت ہی مختصر اپنی کہانی ہے

لہو دے کر شہیدوں نے خدا کا گھر بچایا ہے

سراپا جو محبت تھا اسی کی اس محبت میں

زمیں کے ہر کنارے پر دیا ہم نے جلایا ہے

ہوا نے جو بکھیرے تھے چُنے ہیں آج تک تنکے

چٹانوں پر نیا اک آشیاں ان سے بنایا ہے

متاعِ زندگی تھا اک سکوں جو خُلد میں، آدم

کہیں پر چھوڑ آیا ہے کہیں پر بھول آیا ہے

جہاں سورج چمکتا تھا وہاں اب چاند اُترا ہے

اسی کی روشنی سے عارفہ نے گھر سجایا ہے

ساؤتھ ریجن میں پمفلٹ کی تقسیم اور جماعتی سرگرمیاں

مولانا محمد ظفر اللہ ہنجرا، مربی سلسلہ ساؤتھ ریجن امریکہ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

اس شعر میں خدمتِ دین کو خدا کا فضل سمجھ کر احسن طریق پر ادا کرنے اور اس کے بدلے میں کسی انعام یا تعریف کے الفاظ سے دور کا بھی واسطہ نہ ہونے کے مضمون کی اہمیت دلائی گئی ہے۔

یہ روح جماعتِ احمدیہ کے افراد میں قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے درازئ عمر کا ایک نسخہ بھی بتایا ہے کہ انسان خدمتِ دین میں لگ جائے۔ ساؤتھ ریجن میں خدا کے فضل سے سب افراد جماعت اپنی حسبِ استطاعت خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔

Dallas جماعت میں انصار مدّت سے علمِ انعامی کے اعزاز کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور اس سال خدام الاحمدیہ ڈیلس نے اپنے علمِ انعامی کے اعزاز کو قائم کر لیا ہے۔ اور اس کے علاوہ آسٹن اور ہیوسٹن کی خدام اور انصار کی تنظیمات بھی صفِ اوّل میں شمار ہوئی ہیں۔ اور لجنہ اماء اللہ میں علمِ انعامی نہیں ہے، لیکن اعزازات کے لحاظ سے Dallas، ہیوسٹن سائپرس، نارتھ اور ساؤتھ اور آسٹن بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ اس کے پیچھے بھی ان کے صدور کی محنت اور دعاؤں اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا پختہ عزم ہے۔ اللہ نیکیوں کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی توفیق دے۔ اب ان سب تنظیمات کے تعاون سے گزشتہ دو ماہ میں خصوصی کام ہوئے ہیں، اس کا ذکرِ خیر کرنے لگا ہوں۔

تقسیم پمفلٹ

جب سے حضور اقدس کی طرف سے تبلیغ کے متعلق ہدایت آئی ہے اور امیر صاحب نے متعدد بار اس کی اہمیت بتائی اور پھر حضور اقدس کی طرف سے مجھے براہِ راست اس کی طرف توجہ دلائی گئی تو مکرم منعم نعیم صاحب نائب امیر امریکہ نے ایک پمفلٹ تیار کر کے ہزاروں کی تعداد میں ہیوسٹن آسٹن اور ڈیلس کیلئے پرنٹ کر دیئے تھے۔ انہی دنوں مکرم و محترم نسیم مہدی صاحب نائب امیر امریکہ کا انٹرویو T.V پر آیا اور نیویارک سے امن کی مہم کے پمفلٹ کی تقسیم کا کام پورے ملک میں شروع ہو گیا۔ خدا کے فضل سے پورے امریکہ میں یہ کام زور و شور سے جاری ہے۔

عاملہ میٹنگز

Houston کی نارتھ اور سائپرس جماعتوں کی نئی عاملہ میٹنگز ہو چکی ہیں جس میں آئندہ تبلیغ اور تربیت کیلئے منصوبہ بنایا گیا ہے۔ آسٹن میں 4 جولائی کو عاملہ اور جنرل میٹنگ ہوئی جس میں زیادہ تر توجہ تبلیغ کی طرف دلائی گئی۔

تربیتی کلاسز

Houston

خدا کے فضل سے ریجن کی تربیتی کلاس 14 سے 20 جون کو ہوئی اور ساتھ ہی لجنہ اماء اللہ نے ناصرات کی کلاس کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اس میں ہیوسٹن کے علاوہ آسٹن اور Dallas سے بھی اطفال نے شرکت کی۔ خدام اور انصار نے پڑھانے اور لجنات نے طعام سے متعلق امور کا خصوصی اہتمام کیا۔

Dallas

ڈیلس تربیتی کلاس مورخہ 20 جولائی تا 25 جولائی تک رہی۔ اس کا افتتاح نائب صدر ملک منور احمد صاحب نے کیا اور اختتامی تقریب اتوار کو ہوئی اور صدر صاحب جماعت چودھری محمد اکرم صاحب نے اطفال کو تقاریر میں اول دوم سوم آنے پر انعامات دیئے اور ناصرات میں صدر صاحبہ لجنہ ڈیلس نے انعامات تقسیم کئے۔ ناصرات کی کلاس کو منظم کرنے میں صدر صاحبہ کا بہت بڑا کردار تھا اور ان کے ساتھ ان کی عاملہ کا بھی۔ اس کلاس کی ضیافت کے اہم کام کو مکرم شیخ وسیم احمد صاحب نے خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ مکرم انور رفیق صاحب قائد خدام الاحمدیہ کی محنت اور مسکراتے ہوئے سب سے پیار

اور محبت اور عاجزی سے سب کو اپنے ساتھ رکھنا بہت بڑی خوبی ہے اللہ ان کو جزا دے۔ اس کے علاوہ بھی ایسے خاموش کام کرنے والے تھے جو خدمت دین کے جذبہ سے سرشار لیکن نام ونمود کے اظہار سے بیزار۔یہی وجہ ہے کہ Dallas علم انعامی کے اعزاز سے وابستہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس اعزاز کو قائم رکھے، آمین۔

حفظ کلاس واشنگٹن

جو اطفال شامل ہوئے ان کے نام بغرض دعا لکھ رہا ہوں۔

آسٹن سے عزیزم فرحان احمد ابن مکرم افتخار نعمی صاحب، عزیزم مطہر احمد ابن مکرم مقبول احمد صاحب۔ ہیوسٹن سے بجیل احمد ابن ڈاکٹر عامر احمد صاحب، قاصد احمد ابن مکرم منعم نعیم صاحب، طاہر احمد ابن مکرم ناصر حفیظ ملک صاحب۔

خدا کے فضل سے کلاس میں شامل ہونے والے متعدد سورتیں یاد کر کے آئے۔ اللہ تعالیٰ ان اطفال کو اور ان کے والدین کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ اس ریجن میں اور بھی انفرادی اور اجتماعی کام ہو رہے ہیں۔

Radio Live

ہر ہفتہ سنٹرل ٹائم 6 تا 7 بجے ریڈیو پر Live پروگرام نشر ہوتا ہے جسے

http://www.kxyzradio.com 1320 AM Radio Houston

پر سن سکتے ہیں۔انٹرنیٹ پر خاکسار سوالات کے جواب دیتا ہے۔

مجموعی طور پر ساؤتھ ریجن میں جو کام ہو رہے ہیں وہ ہر مجلس کے حساب سے باقی احباب کے ازدیادِ علم کیلئے پیش کر رہا ہوں:

New Orleans

اس مجلس کے صدر جماعت مکرم مبشر احمد صاحب نے پمفلٹ کو انفرادی طور پر تقسیم کر دیا ہے کیونکہ وہاں کی جماعت متفرق جگہوں پر آباد ہے۔

Houston North میں تقسیم پمفلٹ کیلئے صدر جماعت رانا کلیم احمد صاحب اور تبلیغ سیکرٹری مکرم مرزا مظفر احمد صاحب نے دوسروں سے کام کروانے سے پہلے اس کو خود شروع کیا اور اس کے ساتھ دیگر انصار، خدام اور اطفال بلا ناغہ تقسیم کر رہے ہیں۔

Houston Cypress نے تبلیغ کی اس مہم کا آغاز 14 جولائی سے صدر جماعت داؤد منیر صاحب اور زعیم انصار شیخ افتخار صاحب اور دیگر انصار اور قائد خدام غالب شاہ صاحب نے خدام اور اطفال کی مدد سے شروع کر دیا ہے۔

Austin میں 4 جولائی کو جنرل میٹنگ تھی جس میں مکرم منعم نعیم صاحب نائب امیر جماعت امریکہ اور خاکسار بھی شامل ہوئے۔ جنرل میٹنگ اور عاملہ میٹنگ کے بعد احباب میں انفرادی پمفلٹ کی تقسیم ہوئی۔ اور خدا کے فضل سے اس دن سے اس مجلس میں بھی پمفلٹ کی تقسیم کے ذریعہ تبلیغ کا کام جاری ہے جو وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔

Dallas جماعت خدا کے فضل سے بڑی فعّال اور ہمیشہ ایک اشارے پر فرائض سرانجام دینے والی جماعت ہے۔ زعیم صاحب انصار اللہ کے تحت مکرم انور پراچہ اپنی ٹیم کو لے کر ہر دوسرے دن اور Weekend پر خصوصی طور پر تقسیم کے علم کو بلند کئے ہوئے ہیں۔ اور خدام میں مکرم انور رفیق صاحب اور عمار طلحہ صاحب مع اپنے خدام اور اطفال ہر دوسرے دن اجتماعی طور پر تقسیم کے کام میں مصروف ہیں۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر جری اللہ صاحب اور سیکرٹری تبلیغ ملک منصور صاحب' صدر صاحب جماعت ڈیلس چودھری اکرم صاحب کی زیرِ نگرانی ' گورنمنٹ اور مذہبی اداروں تک روابط کر رہے ہیں۔ اور اس کے علاوہ انفرادی تقسیم بھی جاری ہے۔ لجنہ اماء اللہ' بنڈل بنانے اور تقسیم کار میں خوب مدد کر رہی ہیں۔ Houston South اور Tulsa میں انفرادی طور پر میں پمفلٹ دے کر آیا ہوں اور وہ بھی تقسیم کر رہے ہیں۔

ریجنل اجتماع خدام، انصار اور اطفال

مورخہ 12 تا 13 جون جنوبی مجالس امریکہ انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کا اجتماع' مسجد بیت السمیع ہیوسٹن میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں تمام مجالس کی طرف سے نمائندگی ہوئی۔ مسجد میں خدام اور اطفال کے قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔ ان دنوں میں باجماعت تہجد ادا کی گئی۔ یہ سالانہ ریجنل اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب رہا، الحمدللہ۔ خدام اور اطفال کو ہیوسٹن شہر میں عملی طور پر پمفلٹ کی تقسیم کا طریق بتایا گیا۔ مکرم بشیر شمس صاحب ناظم انصار اللہ اور حامد شیخ صاحب ریجنل قائد نے اس اجتماع کو کامیاب بنانے کیلئے بہت محنت اور کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے، آمین۔

یوتھ کیمپ لجنہ اماء اللہ جنوبی مجالس

مورخہ 25 جون تا 27 جون 2010 اس کیمپ کا انعقاد مسجد بیت المقیت، آسٹن میں ہوا۔ اس میں 5 جنوبی مجالس سے 15 سے 25 سال کی عمر کی 22 لجنات نے شمولیت کی۔ اس کیمپ کے کامیاب انعقاد کیلئے' حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض دعا خطوط لکھے گئے۔ ریجنل صدر صاحبہ نے اس کیمپ کی تمام سرگرمیوں کو اس عمر کی ضرورت اور مناسبت سے ترتیب دیا اور محترمہ نیشنل صدر صاحبہ سے اس کی اجازت حاصل کی۔ اس سہ روزہ تعلیمی وتربیتی کیمپ کا مرکزی عنوان

"Being Truthful to Allah's Commandments"

تھا۔ تمام پروگرام، تنظیم لجنہ اماء اللہ کے شعبہ جات یعنی تعلیم، تربیت، خدمت خلق، تبلیغ، امور خانہ داری، دستکاری، صحت جسمانی وغیرہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیئے گئے۔ مرکزی عنوان سے متعلقہ ایک جھنڈا تیار کیا گیا جس پر سورۃ آل عمران: 33 مع ترجمہ خوبصورتی سے لکھی گئی نیز چھ جنوبی مجالس کے ناموں کے الگ الگ جھنڈے بھی مسجد میں آویزاں کئے گئے۔ دورانِ کیمپ اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا کہ لجنات کو قرآن کریم کا صحیح تلفظ سکھنے، نماز سیکھنے، باجماعت نمازِ تہجد پڑھنے، درسِ قرآن کریم دینے، نماز کی امامت کرانے، کلاس کی سرگرمیوں کو تیار اور پیش کرنے کا موقعہ مل سکے۔ دن بھر کے پروگرام کے دوران اور خصوصاً عشاء کی نماز کے بعد مذہبی امور، معلوماتِ عامہ اور حالاتِ حاضرہ پر مبنی سوال و جواب کی بے تکلف محافل برپا ہوتی رہیں۔ اس میں لجنات کی طرف سے کئے گئے سوالات کے قرآنِ مجید، سنت، حدیث، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے عظام سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیمات کی روشنی میں جوابات دیئے گئے۔ کیمپ کے دوران، پردے اور دیگر شعار کا خیال رکھا گیا۔ دلچسپ کھیل بھی اس پروگرام کا حصہ تھے۔ اس کیمپ کی کارروائی کا خلاصہ پیش ہے:

25 جون بروز جمعۃ المبارک:

نمازِ جمعہ سے اس کیمپ کا آغاز ہوا۔ سہ پہر کے اجلاس میں تلاوتِ قرآنِ کریم اور عہد نامہ کے بعد تعارفی تقریب عمل میں آئی۔ آج کے اجلاس میں، آسٹن، سائپرس ہیوسٹن اور ہیوسٹن نارتھ کی طرف سے ''معاشرتی آداب''، ''دعوۃ الی اللہ'' اور ''تاریخ مذاہب'' کے عناوین پر گفتگو ہوئی۔

نمازِ عصر کے بعد شعبہ صحتِ جسمانی کے تحت، مسجد بیت المقیت کے احاطے میں باغبانی کی گئی اور مسجد کے صحن کا ایک حصہ سب نے ملکر پھولوں سے سجادیا۔

نمازِ عشاء کے بعد ''اسوۂ رسول ﷺ بہترین نمونہ'' کے عنوان سے مزیّن سوال و جواب کی خوبصورت محفل ہوئی۔ بعد ازاں حسبِ ارشاد حضرت مسیح موعودؑ روزنامچہ نویسی یعنی روزانہ ڈائری لکھنے کی اہمیت وفوائد پر روشنی ڈالی گئی۔

26 جون بروز ہفتہ:

مسجد کا تصور، حضورِ نماز حاصل کرنے کے گُر، خانگی امور میں موافقت اور پُر وقار اسلامی لباس' آج کے اجلاس کے موضوعات تھے جسے ہیوسٹن ساؤتھ، آسٹن اور ڈیلس کی لجنات نے پیش کیا۔ نمازِ ظہر کے بعد' رضا کارانہ خدمتِ انسانیت کا عملی درس دینے کیلئے ان لجنات کو ایک مقامی کمیونٹی سنٹر Round Rock Serving Center میں لے جایا گیا جہاں لجنات نے صفائی اور دیگر امور میں معاونت کی۔ اس محنت طلب تفریح سے واپسی پر' مسجد کے دفتری حصہ میں Home Spa کا اہتمام کیا ہوا تھا۔

شعبہ ضیافت کا حسنِ انتظام ہمیشہ سے ہی جماعتِ احمدیہ کا خاصہ رہا ہے۔ نہ صرف میزبان مجلس نے شاملینِ کیمپ کے کھانے پینے اور رہنے کا احسن طریق پر خیال رکھا بلکہ امورِ خانہ داری کے تحت جنوبی مجالس کی لجنات نے مل کر کیمپ کے دوران' دو دن' رات کا لذیذ کھانا تیار کیا اور خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ نمازِ عشاء کے بعد ''ذکرِ حبیب'' کے عنوان سے سوال و جواب کی پُر معارف محفل منعقد ہوئی۔

27 جون بروز اتوار:

میزبان مجلس نے اس پروگرام میں مزید دلکشی پیدا کرنے کیلئے Sightseeing کا انتظام کیا ہوا تھا۔ صبح نمازِ تہجد، فجر اور درس القرآن کے بعد یوتھ کیمپ کا یہ قافلہ ایک مقامی جھیل پر پہنچا جہاں کچھ دیر صبح کی سیر، ناشتے اور طلوع آفتاب کے منظر سے لطف اندوز ہونے کے بعد مسجد کو واپسی ہوئی۔ آج کے پروگرام کا ایک اور نہایت ممتاز فیچر حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا برموقعہ جلسہ سالانہ جرمنی 2010 رواں اختتامی خطاب تھا۔ حاضرات کو بذریعہ MTA یہ خطاب سننے اور اجتماعی دعا میں شرکت کا موقعہ ملا۔ بعدازاں وہ دعائیں بھی یاد کروائی گئیں جن کی کثرت سے پڑھنے کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس خطاب میں نصیحت فرمائی تھی۔

نمازِ ظہر کے بعد' خود حفاظتی اور (CPR) مصنوعی تنفس دینے کے طریقوں کی مشق کروائی گئی۔ ''ہم کون ہیں؟'' پر روشنی ڈالتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کی پاکستان کے قیام اور استحکام سے وابستگی کا ذکر کیا گیا جس سے یوتھ لجنہ کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔

بعد نمازِ عصر، پُر وقار اسلامی لباس کے تصور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے' لجنات نے دلچسپ اور کارآمد انداز میں لباس کی بناوٹ اور سجاوٹ کے مختلف طریق پیش کئے۔ یہ آج کے دن کا اور اس کیمپ کا آخری پروگرام تھا، لجنات نے گزشتہ تین دنوں کے بارے میں اپنے خوش کُن تاثرات' گیسٹ کا مینٹس بک میں درج کئے، اختتامی دعا اور جلد اگلے یوتھ کیمپ کی خواہش کے ساتھ مسجد بیت المقیت آسٹن سے رخصت ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل، خلیفہء وقت کی دعاؤں اور سب کے بھرپور تعاون اور محنت سے یہ پروگرام نہایت کامیاب رہا۔ اس ضمن میں صدر صاحب اور صدر صاحبہ جماعت آسٹن، انصار، خدام، لجنہ اماء اللہ و ناصرات جنہوں نے کسی بھی رنگ میں اس کیمپ کیلئے کام کیا، تمام جنوبی مجالس کی صدران، یوتھ لجنات اور انکے والدین خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی صلاحیتوں اور توفیقِ عمل میں برکت عطا فرماتا رہے اور انہیں جزائے خیر دے، آمین۔ ☆☆☆

کربلائے است سیرِ ہر آنم

(امامِ زماں حضرت مسیحِ موعود و مہدیٔ موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام)

ہر ظہورے یکے سبب دارد　　داند آں کو بدل طلب دارد

ہر نئ بات کا ایک سبب ہوا کرتا ہے　　اس کو وہی سمجھتا ہے جسکے دل کو طلب لگی ہوئی ہو

پس چنیں شورشِ محبتِ یار　　کہ بشوید ہم از خودی آثار

پس دوست کی محبت کی ایسی شورش　　جو خودی کے آثار تک مٹا ڈالے

ایں میسر نمے شود زنہار　　جز سُخنہائے دلبر و دلدار

ہر گز میسر نہیں آ سکتی　　سوائے دلبر اور دلدار کی باتوں کے

عشق کو رونُماید از دیدار　　نیز گہ گہ بخیزد از گفتار

وہ عشق جو دیدار سے پیدا ہوا کرتا ہے　　کبھی کبھی گفتار سے بھی پیدا ہوتا ہے

بالخصوص آں سخن کہ از دلدار　　خاصیت دارد اندریں اسرار

خاص کر دلدار کی وہ باتیں　　جو اسرار کے طور پر عشق پیدا کرنے والی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں

کُشتۂ اُو نہ یک نہ دو نہ ہزار　　ایں قتیلانِ او بروں ز شمار

ان باتوں کے فدائی صرف ایک یا دو یا ہزار انسان ہی نہیں ہیں　　بلکہ اُس کے کُشتے بیشمار ہیں

ہر زمانے قتیلِ تازہ بخواست　　غازۂ روئے او دمِ شہداست

ہر وقت وہ ایک نیا قتیل چاہتا ہے　　اس کے چہرے کا غازہ شہیدوں کا خون ہوتا ہے

ایں سعادت چو بود قسمتِ ما　　رفتہ رفتہ رسید نوبتِ ما

یہ سعادت چونکہ ہماری قسمت میں تھی　　ر فتہ رفتہ ہماری نوبت بھی آ پہنچی

کربلائے است سیرِ ہر آنم　　صد حُسین است در گریبانم

کربلا میری ہر آن کی سیر گاہ ہے　　سینکڑوں حُسین میرے گریبان کے اندر ہیں

آدمم نیز احمدِ مختار　　در برم جامۂ ہمہ ابرار

میں آدم بھی ہوں اور احمدِ مختار بھی　　میرے جسم پر تمام ابرار کے خلعت ہیں

کارہائے کہ کرد با من یار　　برتر آں دفتر است از اظہار

وہ کام جو خدا نے میرے ساتھ کئے　　وہ اتنے زیادہ ہیں کہ شُمار میں نہیں آسکتے

آنچہ داد است ہر نبی را جام　　داد آں جام را مرا بتمام

جو جام اس نے ہر نبی کو عطا کیا تھا　　وہی جام اس نے کامل طور سے مجھے بھی دیا ہے

(نزولِ مسیح صفحہ99۔ترجمہ از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحبؓ از درثمین فارسی طبع دوم)　　(Revised Translation)

اعلان برائے نصاب واقفینِ نو

(از شعبہ وقف نو مرکزیہ، لنڈن)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں 18 تا 19 سال کے واقفین اور واقفات کے لئے نصاب تیار کیا گیا ہے تا کہ وہ علمی لحاظ سے ترقی کرتے رہیں۔ یہ نصاب سب ممالک کی جماعتوں کے امراء کو بھجوایا جا چکا ہے تا کہ وہ اپنے اپنے ملک میں اس پر عمل کرواسکیں۔ اسے اخبارات میں بھی شائع کروایا جارہا ہے تا کہ سب واقفین اس سے آگاہ ہوسکیں۔

1۔ یہ نصاب ان سب واقفین کے لئے ہے جو جامعہ میں داخلہ نہیں لے رہے اور وہ دیگر پیشوں کے تحت اپنی خدمات جماعت کے لئے پیش کریں گے۔

2۔ منسلک شدہ نصاب 19-18 سال کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ہے اور لازمی ہے کہ سب اس نصاب کے تحت تیاری کریں۔ زبانوں کی پابندی نہیں جس زبان میں بھی کتب اور تراجم موجود ہوں استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

3۔ یہ نصاب دو سال کے عرصہ میں مکمل کیا جانا چاہئے۔

4۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت ہے کہ ہر ششماہی یعنی ہر چھ ماہ کے بعد تمام واقفین کا تحریری امتحان لیا جائے اور اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ سب واقفین یہ سلیبس اچھی طرح پڑھ چکے ہیں۔

5۔ ہر جماعت اپنے ملکی لحاظ سے اور اپنی ملکی زبان کے فرق سے ہر چھ ماہ کے بعد تحریری امتحان کے لئے پرچہ جات تیار کرنے کی پابند ہوگی جو ان کے ملک کی تمام جماعتوں میں رہنے والے واقفین کے لئے ہوگا۔ امید کی جاتی ہے کہ سارا کام نیشنل سیکرٹری وقف نو کی نگرانی میں کیا جاسکے گا نیز جہاں ضرورت ہو وہاں دیگر احباب سے یا ایک تعلیمی کمیٹی کے سپرد یہ کام کیا جاسکتا ہے۔ نیشنل اور مقامی سیکرٹریان تعلیم کا تعاون مفید ہوگا۔

6۔ درخواست کی جاتی ہے کہ ہر چھ ماہ کے بعد دنیا بھر کی جماعتیں امتحانات کی رپورٹ بھجوائیں جس میں اعداد و شمار درج ہوں کہ کتنے واقفین اور واقفات نے امتحان میں شرکت کی اور ان کے نتائج کیسے رہے۔

7۔ اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ سب جماعتوں میں یہ سلیبس پڑھانے کے لئے کلاسوں کا انعقاد کیا جائے تا کہ اس امر کو حقیقی بنایا جاسکے کہ واقفین امتحان کے لئے تیار ہورہے ہیں۔ اگر پہلے سے کلاسیں ہورہی ہیں تو ان میں اس سلیبس کی تیاری کروائی جائے نیز تعطیلات کے دنوں میں سپیشل کلاسوں کا انعقاد کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ لوکل سیکرٹریان کو فعال بنایا جائے اور جہاں ضرورت ہو وہاں خاص طور پر صاحب علم احباب کو استاد مقرر کیا جائے۔

8۔ کوشش کی گئی ہے کہ نصاب میں ایسی کتب شامل کی جائیں جو ہر ملک میں دستیاب ہوں لیکن اگر کسی زبان میں تجویز کردہ کتاب موجود نہ ہو تو ضروری ہے کہ ملکی زبان میں اس موضوع پر جو بھی کتاب موجود ہو اس سے استفادہ حاصل کیا جائے۔

9۔ یہ بھی درخواست ہے کہ سلیبس اور اس سے متعلقہ ہدایات ہر جماعت میں پہنچادی جائیں اور اپنے ملکی اخبار میں بھی چھپوا دیں تا کہ والدین اور واقفین کو بخوبی آگاہی ہوسکے۔

نصاب برائے واقفین نو

18 تا 19 سال کے واقفین کے لئے

	مضامین	مجوزہ نصاب
1	ترجمہ قرآن کریم	پارہ 17 اور 18
2	مطالعہ تفسیر	سورۃ الکہف کی تفسیر از تفسیر صغیر یا انگریزی میں ترجمہ از مکرم ملک غلام فرید صاحب۔
3	حفظ قرآن کریم	سورۃ الدھر اور سورۃ الصف معہ ترجمہ زبانی یاد کرنا۔
4	مطالعہ حدیث	''چالیس جواہر پارے'' یا اس کا ترجمہ Forty Pearls of Wisdom یا چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی مرتبہ احادیث کی کتاب Garden of Righteous یا اس کے مساوی احادیث کی کتاب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ شمائل النبی ﷺ معہ اردو ترجمہ پاکستان کے واقفین کے لئے شائع کردہ نور فاؤنڈیشن۔
5	تاریخ اسلام	از دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 234-103 یا انگریزی میں Five Volumes Commentary میں سے یہی حصہ۔
6	تاریخ احمدیت	پاکستان کے لئے ''مختصر تاریخ احمدیت'' (مصنف عبدالسمیع صاحب از مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان) یا انگریزی میں Basics of religious Knowledge Part 7 شائع کردہ کینیڈا جماعت یا اس کے برابر کوئی کتاب۔
7	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	1۔ ''مسیح ہندوستان میں'' 2۔ ''کشتی نوح'' 3۔ ''ضرورۃ الامام''
8	سیرت	''حیاتِ نور'' یا انگریزی میں ترجمہ از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ
9	اختلافی مسائل	وفات مسیح ناصری علیہ السلام ختم نبوت صداقتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلافت علیٰ منہاج النبوت، احادیث و قرآن کی روشنی میں مطالعہ

TOPICS FROM ESSENCE OF ISLAM

1	Volume 1	Allah The Exalted(Pages 37-123)
2	Volume 2	Jihad With Sword(Pages 319-333)
3	Volume 3	The Needs of Prophets(Page 125-167) Gog And Magog (Pages305-310) The Veil(Pages 327-334)
4	Volume 4	The Purpose of the Promised Messiah's Advent(Pages 107-137) یہی مضامین اردو میں ''مرزا غلام احمد اپنی تحریروں کی روشنی میں'' موجود ہیں از مصنف مکرم میر داؤد احمد صاحب۔